شمارہ ۴

جلد ۲۰

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

شہادت ۱۳۵۸ ہش

اپریل ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر

سید عبدالحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنکر
آل عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

• شہادت .... ۱۳۵۸ ہش
• جمادی الاول .... ۱۳۹۹ ھ
• اپریل ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر
سید عبدالحی

قیمت سالانہ
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

فہرست مضامین

پبلشر ...... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت ..... دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۲۰ | ماھنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۴

شہادۃ ۱۳۵۸ ہش

باہمی اتفاق و محبّت

"جماعت کے باہم اتفاق و محبّت پر مَیں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتّحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ہر ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اتحاد نہ ہو۔ تو پھر بے نصیب رہوگے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبّت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے۔ تو فرشتہ کہتا ہے تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے

مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔

مَیں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبّت اور ہمدردی

ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے اس کا انجام اچھا نہیں۔ مَیں ایک کتاب بنانے والا ہوں۔ اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائیں گے۔ جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ کسی بازیگر نے ۱۰ گز چھلانگ ماری ہے۔ دوسرا اس پر بحث کرنے بیٹھتا ہے۔ اور اس طرح پر کینہ کا وجود پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو بغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہوگی۔ وہ ضرور ہوگی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے۔ جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض میں قلع قمع نہ کیا جائے مرض دفعہ نہیں ہوتا میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے۔ بخل ہے رعونت ہے۔ خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ مَیں نے بتلایا ہے کہ مَیں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا۔ جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتے۔ اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ وہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ مَیں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے۔ اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے۔ مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا۔ جو اپنا علاج نہ کرے گا۔"

(الحکم، ۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء)

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

علومِ جدیدہ کی تحصیل

"میں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے۔ اور وہ یہ قرار دے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے۔ اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے،

مگر وہ سچا فلسفہ ان کو نہیں ملا۔ جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ وہ انکو اور صرف انہیں کو دیا جاتا ہے۔ جو نہایت تذلّل اور نیستی سے اپنے تئیں اللہ تعالےٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔ جن کے دل اور دماغ سے متکبّرانہ خیالات کا تعفن نکل جاتا ہے۔ اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔

پس ضرورت ہے کہ آجکل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو۔ لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ میں بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم میں ہی یکطرفہ پڑ گئے۔ اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس انکو بیٹھنے کا موقعہ نہ ملا۔ اور وہ خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے

تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے۔ اور اسلام سے دُور جا پڑے۔ اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اس کے تابع کرتے۔ الٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفل بن گئے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے۔ یعنی دینی خدمت وہی بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔

بات یہ ہے کہ ان علوم کی تعلیمیں بادریت اور فلسفیت کے رنگ میں دی جاتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان تعلیمات کا دلدادہ چند روز تو حسنِ ظن کی وجہ سے جو اس کو فطرتاً حاصل ہوتا ہے۔ رسوم اسلام کا پابند رہتا ہے لیکن جوں جوں اِدھر قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ اسلام کو دُور چھوڑ جاتا ہے اور آخر ان رسوم کی پابندی سے بالکل ہی رہ جاتا ہے۔ اور حقیقت سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور ہوا ہے۔ بلحاظ علوم کی تحقیقات اور تعلیم میں منہمک ہونے کا بہت سے لوگ قومی لیڈر کہلا کر بھی اس رمز کو نہیں سمجھ سکے۔ کہ علوم جدیدہ کی تحصیل جب ہی مفید ہو سکتی ہے۔ جب محض دینی خدمت کی نیت سے ہو اور کسی اہلِ دل آسمانی عقل اپنے اندر رکھنے والے مردِ خدا کی صحبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔

میرا ایمان یہی کہتا ہے کہ اس دہریت نما نیچریت کے پھیلنے کی وجہ یہی ہے کہ جو شیطانی حملے الحاد کے زہر سے بھرے ہوئے علوم طبعی فلسفی یا ہیئت داتوں کی طرف سے اسلام پر ہوتے ہیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلام اور اس آسمانی نور کو جاہِ سمجھ کر عقلی ڈھکوسلوں اور فرضی اور قیاسی دلائل کو کام میں لایا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے مجیب۔ قرآن کریم کے مطالب اور مقاصد سے ۔ کہیں دُور جا پڑتے ہیں۔ اور الحاد کا ایک چھپا ہوا پردہ اپنے دل پر ڈال لیتے ہیں۔ جو ایک وقت آکر اگر اللہ تعالےٰ اپنا فضل نہ کرے۔ تو دہریت کا جامہ پہن لیتا ہے۔ اور وہی رنگ دل کو دیتا ہے۔ جس سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں پر ایک اور بڑی آفت جو آکر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو دینی علوم سے مطلق مس نہیں ہوتا۔ پھر جب وہ کسی ہیئت دان یا فلسفہ دان کے اعتراض پڑھتے ہیں تو اسلام کی نسبت شکوک وساوس ان کو پیدا ہوجاتے ہیں۔ تب وہ عیسائی یا دہریہ بن جاتے ہیں ایسی حالت میں ان کے والدین بھی ان پر بڑا ظلم کرتے ہیں کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے ذرا سا وقت بھی ان کو نہیں دیتے۔ اور ابتدا ہی سے ایسے دھندوں اور بکھیڑوں میں ڈال دیتے ہیں۔ جو انہیں پاک دین سے محروم کر دیتے ہیں۔

یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے۔ جب ڈاڑھی نکل آئی تب ضَرَبَ یَضْرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہوگا۔ طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی نہیں ہوتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ طفولیت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں لیکن پندرہ برس کی اکثر باتیں یاد نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قوے لکے نشوونما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دلنشین ہوجاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہوسکتے۔ غرض یہ ایک طویل امر ہے۔

مختصر یہ کہ تعلیمی طریق میں اس امر کا لحاظ اور خاص توجہ چاہیئے کہ دینی تعلیم ابتداء سے ہی ہو۔ اور میری ابتداء سے ہی خواہش رہی ہے۔ اور اب بھی ہے اللہ تعالےٰ اس کو پورا کرے۔ (تقریر جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

سَيْفُ اللّٰه

وَيَعْلَمُ رَبِّيْ سِرَّ قَلْبِيْ وَسِرَّهُمْ ۔۔۔ وَكُلُّ خَفِيٍّ عِنْدَهٗ مُتَحَضِّرُ

وَلَيْسَ لِعَضْبِ الْحَقِّ فِي الدَّهْرِ كَاسِرٌ ۔۔۔ وَمَنْ قَامَ لِلتَّكْسِيْرِ بَغْيًا فَيُكْسَرُ

وَمَنْ ذَا يُعَادِيْنِيْ وَاِنِّيْ حَبِيْبُهٗ ۔۔۔ وَمَنْ ذَا يُبَارِزُنِيْ اِذِ اللّٰهُ يَنْصُرُ

وَلَوْ كُنْتُ كَذَّابًا كَمَا هُوَ زَعْمُهُمْ ۔۔۔ لَقَدْ كُنْتُ مِنْ دَهْرٍ اَمُوْتُ وَاُقْبَرُ

يَظُنُّوْنَ اَنِّيْ قَدْ تَقَوَّلْتُ عَامِدًا ۔۔۔ بِمَكْرٍ وَبَعْضُ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّمُنْكَرٌ

وَكَيْفَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَبْدٰى بَرَاءَتِيْ ۔۔۔ وَجَاءَ بِاٰيَاتٍ تَلُوْحُ وَتَبْهَرُ

وَيَاْتِيْكَ وَعْدُ اللّٰهِ مِنْ حَيْثُ لَا تَرٰى ۔۔۔ فَتَعْرِفُهٗ عَيْنٌ تُحَدُّ وَتُبْصِرُ

( )

- اور میرا رب میرے دل کے راز اور ان کے بھید خوب جانتا ہے اور ہر پوشیدہ امر اس کے نزدیک حاضر ہے۔
- دنیا میں حق تعالیٰ کی تلوار کو توڑنے والا کوئی نہیں ہوا۔ اور اگر کوئی شخص سرکشی کرتے ہوئے اس کو توڑنے کے لئے کھڑا ہوا۔ تو وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔
- کون ہے جو مجھ سے عداوت کر سکے جبکہ خدا مجھے دوست رکھتا ہے۔ اور کون ہے جو جنگ باری کر کے مجھ سے لڑائی کر سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ میری مدد کر رہا ہے۔
- اور اگر میں کذاب ہوتا جیسے کہ ان کا خیال ہے تو میں ایک مدت سے مر کر قبر میں داخل ہو گیا ہوتا۔
- یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے دانستہ اور سکیم کے ساتھ (خدا پر) جھوٹ باندھا ہے۔ جبکہ بعض ظن ایسے گناہ ہیں کہ شرع اور عقل کو ان کے قبول کرنے سے انکار ہے۔
- ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے میری بریت ظاہر فرما دی اور وہ نشان دکھلائے جو روشن اور واضح ہیں۔
- اور خدا کا وعدہ اس طور سے تمہیں پہنچے گا کہ تمہیں اس کی توقع بھی نہیں ہوگی۔ پس اس کو وہ آنکھ ہی شناخت کر پائے گی جو تیز اور بینا ہو گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

مدحت خیر الرسل صلے اللہ علیہ وسلم

روحِ او در گفتنِ قولِ بَلیٰ اوّل کسے | آدمِ توحید و پیش از آدمش پیوند یار
جانِ خود دادن پئے خلقِ خدا در فطرتش | جاں نثارِ خستہ جاناں بیدلاں را غمگسار
اندراں وقتیکہ دنیا پُر ز شرک و کفر بود | ہیچ کس را خوں نہ شد دل جز دلِ آں شہریار
ہیچ کس از خبثِ شرک و رجسِ بُت آگاہ نشد | ایں خبر شد جانِ احمد را کہ بود از عشق زار
کس چہ میداند کزاں نالہ ہا باشد خبر | کاں شفیعے کرد از بہرِ جہاں در کنجِ غار
من نمی دانم چہ دردے بود و اندوہ و غمے | کاندراں غارے در آوردش حزین و دلفگار
نے ز تاریکی توحشش نے ز تنہائی ہراس | نے ز مردن غم نہ خوفِ کژدم و نے بیمِ مار

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

- اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلیٰ کہنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح سب سے اوّل ہے۔ آپؐ توحید کا آدم ہیں اور (معروف) آدم سے بھی پہلے آپؐ کا تعلق محبوبِ ازلی سے قائم تھا۔
- خلق کے لئے جان دینا آپؐ کی فطرت میں تھا۔ آپؐ شکستہ روحوں کے جاں نثار اور بیکسوں کے غمگسار تھے۔
- ایسے زمانہ میں جبکہ دنیا کفر و شرک سے پُر تھی اس پر سوائے اس شہنشاہ کے کسی کا دل خون نہ ہوا۔
- کوئی بھی شخص شرک کے خبث اور بتوں کی نجاست سے آگاہ نہ تھا۔ صرف احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو جو محبتِ الٰہی سے سرشار تھا اس کی آگہی حاصل ہوئی۔
- کون جانتا ہے اور کسے اس آہ و زاری کی خبر ہے جو اس شفیع الوریٰ نے دنیا کے لئے غارِ حرا میں کی۔
- میں نہیں جانتا کہ وہ کیا درد اور غم تھا جو آپؐ کو حزین و دلفگار کر کے اس غار میں لے آیا تھا۔
- اس غار میں نہ آپؐ کو تاریکی کا خوف تھا نہ تنہائی سے ڈر اور نہ مرنے کا غم اور نہ سانپ اور بچھو کا خطرہ۔

مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر استاد الجامعہ

۳۱۳ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۹۔ حضرت میاں قطب الدین صاحب مسگر

حضرت میاں قطب الدین صاحب امرتسر میں مسگری یعنی تانبے اور دوسری دھاتوں سے برتن بنانے کا کام کرتے تھے۔ تقوےٰ دیانتداری اور راستبازی اور غریب پروری کی وجہ سے اپنے معاشرہ میں بہت ہی نیک نام تھے۔ نماز میں التزام اور ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کریم میں آپ کو بہت ہی شغف تھا جماعت کے ہر کام میں مثالی رنگ کی قربانی کرنے والے تھے۔ انفاق فی سبیل اللہ۔ یتامیٰ اور بیوگان سے ہمدردی اور مواسات آپ کے خاص اوصاف تھے۔ آپ کو تبلیغ کرنے کا غیر معمولی شوق تھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام خاص انداز اور عقیدت کے جذبے سے پڑھتے۔ حکومت کے عہدہ دار اور امراء اور اکابرین آپ سے کام کرواتے تھے۔ آپ ان کو تبلیغ کرتے اور محظوظ ہوتے۔ اپریل ۱۹۱۰ء میں آپ کی وفات امرتسر میں ہوئی۔ اور مدفن بھی آپ کا امرتسر شہر ہے۔

حضرت میاں قطب الدین صاحب کے تین صاحبزادگان تھے۔ (۱) محمد ابراہیم صاحب (۲) محمد اسمٰعیل صاحب اور (۳) محمد اسحاق صاحب۔ میاں محمد اسمٰعیل صاحب سکول آف آرٹس کے ماسٹر تھے۔ میاں محمد اسحاق صاحب جرمنی میں کافی عرصہ تک مقیم رہے ہیں۔

۲۰۔ حضرت مولوی ابو الحمید صاحب آزاد وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

(۱)

آپ کی ولادت حیدرآباد میں ہوئی۔ مرور وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے حیدرآباد دکن کی ہائی کورٹ میں وکالت شروع کردی۔ جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ کا اشتہار دیا۔ تو اس کا مطالعہ آپ کے لئے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کی طرف توجہ کا باعث ہوا۔ براہین احمدیہ پڑھنے کے بعد آپ کو حضور کی کتب کے مطالعہ کی طرف خاص اشتیاق پیدا ہوا۔ حضور کی معرکۃ الآراء کتاب ازالہ اوہام کو آپ نے تین دفعہ پڑھا۔ سرزمین حیدرآباد میں میر مردان علی صاحب ایک صاحب علم مشہور شخصیت تھی وہ حضور کی بیعت سے مشرف تھے۔ اور حیدرآباد شہر میں فریضہ تبلیغ ادا کرنے میں پیش پیش تھے۔ سید مردان علی صاحب نے آپ سے کتاب ازالہ اوہام کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کی رائے دریافت کی۔ اس استفسار پر آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق نہایت اچھے خیالات کا اظہار فرمایا اور حضور کے اسلامی جذبہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ چنانچہ آپ نے ۱۸۹۱ء میں صدق و اخلاص سے بیعت کر لی اور اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمرہ مبارکہ میں شامل ہو گئے۔

——(۲)——

سید مردان علی صاحب اور آپ کی مساعی جمیلہ سے حیدرآباد دکن میں کئی اور اصحاب بھی جماعت میں شامل ہو گئے اور ایک مخلص جماعت کی بنیاد پڑ گئی مولوی صاحب موصوف جماعت کے ایک سرگرم اور فعال رکن تھے۔ آپ نے جماعت کی تربیت اور استحکام میں غیر معمولی محنت سے کام کیا۔ آپ جماعت کی روح رواں تھے دن رات جماعت کے کاموں میں مشغول رہتے۔ جماعت میں آپ کو عزت و احترام اور وقار کا مقام حاصل تھا۔ جماعت حیدرآباد ہر متعدد دفعہ [illegible] مرگی سے [illegible]

صاحب اس اجلاس کی رپورٹ باقاعدگی سے ارسالی فرماتے۔ چنانچہ الحکم میں ان رپورٹوں کا ذکر بالالتزام ملتا ہے۔ حیدرآباد میں احمدیہ لائبریری کا قیام آپ کی ذاتی مساعی اور اشتیاق سے ہوا۔ سلسلہ کے لٹریچر کی اشاعت کا کام آپ کے ذریعہ ہوا۔ جماعت کے افراد آپ سے ہمیشہ تعاون کرتے۔ لائبریری کے مقاصد کو وسعت دینے کے لئے آپ نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ اس لائبریری میں کتب سلسلہ کے علاوہ اور کتب کو بھی جمع کیا گیا۔ اس لائبریری کو بعد میں یادگاری حیثیت حاصل ہو گئی۔ اور اس کی تاریخ "۱۳۱۲ھ" یوں نکالی گئی۔ "یہ کتب خانہ انجمن احمدیہ ہے۔"

——(۳)——

مکرم مولوی صاحب کی مساعی سے جماعت کا کام وسعت اختیار کر گیا۔ جماعت کے اجلاسوں کے لئے ایک مکان ۱۲۰۰ روپے میں خرید لیا گیا۔ مولوی صاحب نے مبلغ ۲۰۰ روپیہ اپنی جیب سے دیئے۔ اس کے علاوہ آپ جماعتی کاموں میں مالی امداد دینے میں مسرت محسوس کیا کرتے۔ آپ نے ہمیشہ جماعتی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دی۔

۶ فروری ۱۸۹۸ء کو جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طاعون کے متعلق اعلان فرمایا تو حیدرآباد دکن کی جماعت نے مولوی ابو الحمید کے دستخط کے ساتھ حضور کی خدمت مبارکہ میں ایک مکتوب تحریر کیا۔ جس میں اپنے اخلاص اور عقیدت اور وفاداری کا اظہار کیا گیا۔ یہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر الحکم [illegible] اپنے [illegible] میں شائع ہوا

جناب مولانا غلام احمد صاحب فرخ

برکاتِ خلافت

[یہ مضمون مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۷۸ء میں پڑھا گیا۔]

احبابِ کرام! خلافت اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام ہے۔ خلافت کی اہمیت اس کے فرائض اور برکاتِ خاصہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(النور: ۵۶)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے۔ وہ نافرمانوں میں قرار دیئے جائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ایمان اور عملِ صالح پر تم قائم رہے تو میرا وعدہ ہے کہ تم میں سے خلفاء بناتا رہوں گا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں:۔

مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا الْخِلَافَةُ۔

(الجامع الصغیر)

کہ ہر نبوت کے بعد خلافت ہوتی ہے اور میرے بعد بھی خلافت ہوگی۔ اس کے بعد ظالم حکومت ہوگی۔

پھر جابر حکومت ہوگی۔ یعنی غیر قومیں مسلمانوں پر حکومت کریں گی۔ جو زبردستی مسلمانوں سے حکومت چھین لیں گی۔ اس کے پھر خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّۃِ ہوگی۔ یعنی جیسی نبیوں کے بعد خلافت ہوتی ہے۔ ویسی خلافت پھر جاری کر دی جائے گی۔

(مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں خلافت کے دو دور ہیں۔ ایک دور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق سے شروع ہوا اور اس کی ظاہری شکل حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی دوسرا دور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد شروع ہوا۔ اگر جماعت احمدیہ ایمان اور عمل صالح پر قائم رہی اور خلافت سے وابستگی پختہ رہی، تو انشاء اللہ تعالےٰ یہ دور قیامت تک رہے گا۔

آیت استخلاف میں اللہ تعالےٰ نے خلافت کی برکات کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا ہے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِهِمْ ۔

یعنی اللہ تعالےٰ امت محمدیہ میں اسی طرح اپنی قدرت، تائید اور نصرت کے ساتھ خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے اپنی اس خاص تائید، نصرت اور قدرت کے معجزانہ نمونے دکھائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا زمانہ بھی اللہ تعالےٰ کی قادرانہ تجلیات اور تائید و نصرت پر شاہد ہے۔ اب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے عہد خلافت میں اللہ تعالےٰ جماعت احمدیہ کو حیرت انگیز ترقی دے کر ظاہر کر رہا ہے کہ یہ انسان کا بنایا ہوا خلیفہ نہیں بلکہ اللہ کا بنایا ہوا خلیفہ ہے۔

۲۔ دوسری برکت اللہ تعالےٰ نے یہ بتائی ہے۔

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ
الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ

یعنی اللہ تعالےٰ خلفاء کے ذریعہ دین کو تمکین دیگا اور جو علوم دینیہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان پر ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ انہیں دنیا میں قائم کر دے گا۔

تمکین دین اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین کے ذریعہ پوری شان کے ذریعہ فرمائی۔ ان کے ارشادات اور سنتِ مبارکہ کو عقیدت اور مخلصانہ محبت کے ساتھ امت کے دلوں میں بٹھا دیا۔

خلافت حقہ احمدیہ کے ذریعہ بھی اللہ تعالےٰ نے دینِ اسلام کو عظیم الشان تمکین بخشی۔ اس سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان عجیب شان کا حامل ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"میں وہ تھا جسے کل کا بچہ کہا جاتا
تھا۔ جسے احمق اور نادان قرار دیا جاتا
تھا۔ مگر عہدۂ خلافت سنبھالنے کے
بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم
اتنی کثرت کے ساتھ کھولے کہ اب
قیامت تک امت مسلمہ اس بات پر
مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اور
ان سے فائدہ اٹھائے۔ وہ کونسا اسلامی
مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ
اپنی تمام تفصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔
مسئلہ نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت،
مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا
انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی
سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو
سال سے کوئی وسیع مضمون نہیں تھا۔
مجھے خدا نے اس خدمت کی توفیق دی
اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ ہی
ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف
کھولے۔ جن کو آج دوست دشمن سب
نقل کر رہے ہیں۔ مجھے کوئی لاکھ گالیاں
دے۔ مجھے لاکھ برا بھلا کہے۔ جو شخص
اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگیگا
اسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا اور
وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں
جاسکے گا۔ ....

بلکہ میں بغیر فخر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس
بارے میں سب خلفاء سے زیادہ مواد میرے
ذریعہ سے جمع ہوا ہے۔ اور ہو رہا ہے۔
پس مجھے یہ لوگ خواہ کچھ کہیں خواہ کتنی
بھی گالیاں دیں۔ ان کے دامن میں اگر
قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعہ
اور دنیا ان کو یہ کہنے پر مجبور ہوگی کہ اے
نادانو! تمہاری جھولی میں تو جو کچھ بھرا ہوا
ہے۔ وہ تم نے اسی سے لیا ہے۔ پھر
اس کی مخالفت تم کس منہ سے کر رہے ہو۔"
(خلافت راشدہ صفحہ ۱۵۲)

تمکین دین کا بابرکت کام اللہ تعالیٰ حضرت
امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ذریعہ عظیم الشان رنگ میں پورا کر رہا ہے۔ آپ نے
جماعت میں متعدد اصلاحی تربیتی اور تبلیغی تحریکات
فرمائیں۔ جن میں احباب جماعت نے ہمت۔ جوانمردی اور
پورے جذبۂ اخلاص کے ساتھ حصہ لیا اور لے رہی
ہے۔ اور خدا کے فضل سے آپ کی اطاعت میں جماعت
کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ چنانچہ
حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے

۱۔ ایک تحریک فضل عمر فاؤنڈیشن کے نام سے جاری
فرمائی ہے جس کا مقصد ہے کہ دین اسلام کا شرف
اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے کی غرض سے حضرت
خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جو عظیم الشان کام
سرانجام دیئے انہیں وسیع سے وسیع تر بنیادوں پر

جاری رکھا جائے۔ آپ نے اس کے لئے جماعت سے ۲۵ لاکھ روپے کا مطالبہ کیا اور جماعت نے ۳۴ لاکھ روپیہ پیش کر دیا۔

۲۔ دوسری تحریک آپ نے نصرت جہاں آگے بڑھو کے نام سے جاری فرمائی۔ اور ایک لاکھ پونڈ کا مطالبہ فرمایا۔ جماعت نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ڈھائی لاکھ پونڈ سے زیادہ یعنی ۵۲ لاکھ روپیہ پیش کر دیا۔

۳۔ تیسری تحریک آپ نے صد سالہ احمدیہ جوبلی کے نام سے جاری فرمائی۔ اور اڑھائی کروڑ روپے کا مطالبہ کیا۔ جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دس کروڑ روپے سے زائد کے وعدے پیش کر دیئے۔

اسی طرح آپ نے ایک تحریک تعلیم القرآن کے نام سے کی۔ اور ایک تحریک وقفِ عارضی کے نام سے کی۔ اور ایک تحریک رسوم کے خلاف جہاد کے نام سے جاری فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یورپ۔ امریکہ اور افریقہ کے دوروں میں غیر معمولی برکت بخشی اور بے مثال کامیابی عطا فرمائی۔ اور اشاعتِ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے وسعت بخشی۔ تمکین دین کا یہ ایک زندہ ثبوت ہے سچ ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۴۔ خلافت کی ایک خاص برکت کا ذکر اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں فرماتا ہے۔

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ
خَوْفِهِمْ أَمْنًا ؕ

یعنی اللہ تعالیٰ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"یہ علامت میرے زمانے میں خدا نے نہایت صفائی کے ساتھ پوری کی... ...میری خلافت کے آغاز میں نہ صرف بیرونی دشمنوں کا خوف تھا بلکہ جماعت کے اندر بھی بگاڑ پیدا ہو چکا تھا.... ایسے حالات میں خدا نے میرے ذریعہ اس خوف کو امن سے بدلا۔ اور یہ خطرہ کہ جماعت کہیں صحیح عقائد سے منحرف نہ ہو جائے بالکل دور کر دیا..... جماعت پر بڑے بڑے خطرات کے اوقات آئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر خطرہ کی حالت میں مدد فرمائی اور میری وجہ سے اس خوف کو امن سے بدل دیا...... ہر مصیبت کے وقت خدا نے میری مدد کی.... ہر مشکل کے وقت خدا نے میرا ساتھ دیا.... وہ پچیس سالہ نوجوان جسے.... تحقیر سے بچہ کہا کرتے تھے۔ اسے خدا تعالیٰ نے ایسی طاقت دی کہ جب بھی کوئی فتنہ اٹھتا ہے ..... وہ اسے اس طرح کچل کر رکھ دیتا ہے جس طرح مکھی اور مچھر کو مسل دیا جاتا ہے۔ اور کسی کی طاقت نہیں ہوتی کہ

مقابلہ میں دیر تک ٹھہر سکے۔"
(خلافت راشدہ ص۲۶۳)

آپ نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء کو جو تقریر فرمائی۔ اس کا تعلق بھی اسی بابرکت خلافت سے ہے۔ آپ نے ہونے والے خلیفہ ثالث کو برملا بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔

"جب بھی انتخابِ خلافت کا وقت آئے اور مقررہ طریق کے مطابق جو بھی خلیفہ چنا جائے۔ میں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چنا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوگا اور جو بھی اس کے مقابل میں کھڑا ہوگا وہ بڑا ہو یا چھوٹا ذلیل کیا جائے گا۔ کیونکہ ایسا خلیفہ صرف اس لئے کھڑا ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کو پورا کرے کہ خلافتِ اسلامیہ ہمیشہ قائم رہے۔ پس چونکہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں کو پورا کرنے کے لئے کھڑا ہوگا۔ اس لئے اسے ڈرنا نہیں چاہیئے ...... میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائیگا تو منان، وہابیہ اور پیغامی کیا چیز ہیں۔ اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔"
(خلافت حقہ اسلامیہ ص۱۸۰-۱۸۱)

اسی سلسلہ میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"جس جماعت میں خلافتِ راشدہ قائم ہو اس جماعت کے کسی فرد کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ ڈھارس دی ہے کہ امام ایک ڈھال ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے سے لڑا جاتا ہے جو تیر پڑے گا وہ امام کے سینہ پر پڑے گا۔ پھر آپ کس چیز سے گھبراتے ہیں۔ آپ بے خوف ہو جائیں اور بے خوف ہو کر دینی کام کریں۔"
(الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۷ء)

۴۔ ایک علامت اور خاص برکت سچے خلفاء کی یہ ہے کہ

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا

وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ

"اس خلافت کے مطابق میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے کبھی کسی سے نہیں ڈرا۔ احتیاط کے اندر حدود رعیہ کی ہے۔ اور میں اسے عیب نہیں بلکہ خوبی سمجھتا ہوں۔ لیکن جب یقین ہو جاتا ہے کہ فلاں بات یوں ہے۔ تو پھر میں نے مشکلات کی کبھی پرواہ نہیں کی یہی وجہ ہے کہ باوجود شدید ترین خطرات کے خداتعالےٰ نے ہمیشہ مجھے مداہنت سے بچایا ہے اور کبھی بھی میں چھوٹی صلح کی طرف مائل نہیں ہوا۔"

(خلافت راشدہ صفحہ ۲۶۴)

احباب کرام! اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ارشاد سماعت فرمائیں۔ خلافت کی برکات سے متمتع ہونے کے لئے خلافت سے نہایت پختہ وابستگی ہونی چاہیئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں :-

"اے مومنوں کی جماعت! اور اے عمل صالح کرنے والو! میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ خلافت خداتعالےٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرو جب تک تم لوگوں کی اکثریت ایمان اور عمل صالح پر قائم رہے گی۔ خدا اس نعمت کو نازل کرتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر تمہاری اکثریت ایمان اور عمل صالح سے محروم ہو گئی۔ تو پھر یہ امر اس کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ چاہے اس انعام کو جاری رکھے اور چاہے تو بند کر دے.... پس اللہ تعالےٰ کی اس نعمت کی ناشکری مت کرو۔ اور خداتعالےٰ کے الہامات کو تحقیر کی نظر سے مت دیکھو بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے تم دعاؤں میں لگے رہو۔ تا قدرت ثانیہ کا پے در پے تم میں ظہور ہوتا رہے۔...... تم ہر وقت ان دعاؤں میں مشغول رہو کہ خدا قدرت ثانیہ کے مظاہر تم میں ہمیشہ کھڑا کرتا رہے۔ تاکہ اس کا دین مضبوط بنیادوں پر قائم ہو جائے...... تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدرت ثانیہ کے نزول کے لئے جو شرط لگائی ہے۔ وہ ایک زمانہ کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرے زمانہ میں تم یہ دعا کرو۔ کہ تمہیں پہلی خلافت نصیب ہو۔ اور پہلی خلافت کے زمانہ میں اس دعا کا یہ مطلب تھا کہ الٰہی اس کے بعد ہمیں دوسری خلافت ملے۔

اور دوسری خلافت میں اس دعا کے
یہ معنی ہیں کہ تمہیں تیسری خلافت ملے
اور تیسری خلافت میں اس دعا کے
یہ معنے ہیں کہ تمہیں چوتھی خلافت
ملے..... پس ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے
حضور دعاؤں میں مشغول رہو اور
اس امر کو یاد رکھو کہ جب تک تم
میں خلافت رہے گی دنیا کی کوئی قوم
تم پر غالب نہیں آسکے گی۔ اور ہر
میدان میں تم مظفر و منصور رہو گے۔
کیونکہ یہ خدا کا وعدہ ہے جو اس نے
ان الفاظ میں کیا ہے کہ
وعد اللہ الذین آمنوا منکم
وعملوا الصالحات لیستخلفنہم
فی الارض مگر اس بات کو بھی یاد رکھو
کہ من کفر بعد ذالک فاولٰئک
ھم الفاسقون۔ خدا تمہارے ساتھ
ہو اور ابد الآباد تک تم اس کی برگزیدہ
جماعت رہو" (خلافت راشدہ ص۲۶۱)

اسی سلسلہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث
کا ارشاد بھی سماعت فرمائیں آپ فرماتے ہیں:۔
"اے میرے عزیز بھائیو! جو مقامات
قرب تمہیں حاصل ہیں اگر تم انہیں قائم
رکھنا چاہتے ہو اور روحانیت میں ترقی
کرنا چاہتے ہو تو خلیفہ وقت کے دامن کو
مضبوطی سے پکڑے رکھو کیونکہ اگر یہ دامن
چھوٹا تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا
دامن چھوٹ جائے گا کیونکہ خلیفہ وقت
اپنی ذات میں کوئی شے نہیں اسے جو مقام
بھی حاصل ہے وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کا دیا ہوا مقام ہے۔ نہ اس میں
اپنی کوئی طاقت۔ نہ اس میں اپنا کوئی علم
پس اس شخص کو نہ دیکھو اس کرسی کو دیکھو جس
پر خدا اور اس کے رسول نے اس شخص کو بٹھا دیا
ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے جس
خلافت راشدہ کے وقت میں جتنے زیادہ
خلفاء اس دوسرے سلسلے کے ہوں گے....
جو مضبوطی کے ساتھ اس کے دامن کو پکڑے
ہوئے ہوں گے۔ اور جن کے سینہ میں وہی
دل جو خلیفہ وقت کے سینہ میں دھڑک
رہا ہے دھڑک رہا ہوگا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی قوت قدسیہ ان کو طاقت
بخشتی رہے گی۔ آپ کے روحانی فیوض
سے وہ حصہ لیتے رہیں گے۔ اتنا ہی
زیادہ اسلام ترقی کرتا چلا جائے گا۔ اور
دنیا میں غالب آتا چلا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ
کے انعامات اور اس کے فضلوں کو انسان
حاصل کرتا چلا جائے گا"

بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت کی
برکات سے متمتع فرمائے آمین۔

از جناب ملک حبیب الرحمٰن صاحب قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی
چند یادیں

یوں تو خاکسار ۱۹۱۶ء میں ہی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پُرکشش و محبوب شخصیت سے متعارف ہو چکا تھا جبکہ خاکسار تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی پانچویں جماعت میں داخل ہوا اور بورڈنگ ہاؤس میں رہنے لگا۔ اور حضور کی پُر معارف تقاریر، درس قرآن کریم اور خطبات سے اپنے ظرف کے مطابق استفادہ کرنے لگا تھا۔ لیکن حضور کے اخلاق فاضلہ اور اپنے ادنیٰ خدام سے محبت اور پیار کے نظارے اس وقت دیکھے جب ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۹ء تک یہ خاکسار شجاع آباد ضلع ملتان میں بطور اسسٹنٹ ڈی آئی سکولز متعین تھا۔ حضور سال میں غالباً دو دفعہ اپنی اور بیگمات کی سندھ کی زمینوں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس وقت بیگمات، بچے، احباب اور منتظمین کا ۲۰، ۲۵ افراد کا قافلہ حضور کے ہمراہ ہوتا تھا۔

۱۹۳۶ء میں جب حضور سندھ تشریف لے گئے تو مجھے خیال آیا کہ [illegible] جب حضور دوپہر کے [illegible] حضور اور حضور کے ہمراہیوں کی خدمت میں کھانا پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ میں نے ڈرتے ڈرتے ایک عریضہ لکھا اور سوچا کہ مجھ جیسے کمتر خادم کو ایسی عزت کہاں نصیب ہوگی۔ لیکن میری خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی جب حضور کی طرف سے اطلاع ملی کہ حضور نے کھانا قبول فرما لیا ہے۔ چنانچہ یہ خاکسار دو چار دیگر احمدی احباب اور کئی ایک غیر احمدی اور ہندو دوستوں کے ہمراہ سٹیشن پر پہنچا۔ اور کھانا پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ دوسرے سال ۱۹۳۷ء میں بھی حضور نے ازراہ شفقت کھانا پیش کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

تیسرے سال یعنی ۱۹۳۸ء میں جب میں نے پھر عرض کی تو جواب آیا۔ کہ اس دفعہ حضور نے ایک مخلص غیر احمدی محترم ملک عمر علی صاحب سے اسی سٹیشن پر کھانا پہلے ہی قبول کر لیا ہوا ہے چنانچہ میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ زیارت کے لئے حضور کی [illegible] سٹیشن پر پہنچ گیا۔ مرحوم ملک عمر علی صاحب [illegible]

کے ملازمین کھانا لے کر سٹیشن پر موجود تھے جو مختلف
اقسام کا ۴ دیگچوں میں تھا۔ ابھی گاڑی آنے پر
۱۵/۲ منٹ کی دیر تھی کہ شجاع آباد کے مشہور
احرار لیڈر قاضی احسان احمد صاحب ملتان جانے
کے لئے اپنے ۱/۱۲ نوجوانوں کے ساتھ وہاں پہنچ
گئے۔ اور میرے پاس آکر کہنے لگے کہ ان دیگچوں
میں کیا ہے۔ مَیں نے بتلایا تو کہنے لگے۔ اچھا
دوسروں کو تلقین کرتے ہیں کہ ایک کھانا کھاؤ اور
خود ۶ کھاتے ہیں۔ آنے دو مَیں یہاں ہی پوچھوں گا
مَیں نے اسے بہت سمجھایا کہ بھلے آدمی یہ تو کھانا
پکانے والوں کی غلطی ہے۔ وہ تو ایک ہی کھانا کھاتے
چنانچہ مَیں نے اپنی مثال دی کہ گزشتہ دو سال
مَیں کھانا پیش کرتا رہا ہوں۔ مَیں اس بات کا گواہ
ہوں کہ حضور ایک ہی کھانا تناول فرماتے ہیں لیکن
وہ مصر رہے کہ مَیں ضرور ان سے پوچھوں گا چنانچہ
مجھے فکر پیدا ہوئی کہ خواہ مخواہ بدمزگی پیدا ہوگی
اور دعا بھی کی کہ خدایا تیرا یہ نیک بندہ
آج اس گاڑی سے نہ ہی تشریف لائے تو اچھا
ہے۔ بظاہر یہ دعا بھی عجیب تھی۔ کیونکہ گاڑی آنے
میں صرف ۵ منٹ باقی تھے۔ لیکن جب گاڑی آئی۔
تو خدا کی شان دیکھئے حضور اس سے تشریف نہ
لائے۔ مَیں نے الحمد للہ پڑھا۔ اور مَیں اپنے ساتھیوں
کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گاتا ہوا گھر
واپس آگیا۔ دوسرے دن تقریباً نو بجے صبح ڈاکخانہ
کا ایک ملازم میرے پاس ایک تار لایا جو ملک

عمر علی صاحب کی طرف سے اپنے منیجر کے نام تھی۔
کہ حضور آج تشریف لا رہے ہیں۔ کھانا پیش کیا
جائے۔ اس وقت ان کے منیجر صاحب تو ۹۵ میل
کے فاصلہ پر تھے۔ اور گاڑی میں صرف ۲ ۱/۲ گھنٹے
باقی تھے۔ میرے پاس ملتان کے امیر شیخ فضل الرحمٰن
صاحب مرحوم تشریف فرما تھے۔ مَیں نے ان سے
مشورہ کیا تو انہوں نے بتلایا کہ جب سے آپ نے
کھانا پیش کرنا شروع کیا ہے ملتان میں تو کوئی انتظام
نہیں ہوتا (اس سے قبل جماعت ملتان کھانا پیش
کرتی تھی) اس لئے آپ کھانا تیار کریں۔ چنانچہ میری
بیوی نے ایک دوسری احمدی بہن کے ساتھ مل کر دو
گھنٹے میں کھانا تیار کر لیا۔ اور ہم سٹیشن پر پہنچ
گئے۔ میرے کہنے پر محترم امیر صاحب نے کھانا پیش
کیا اور حضور کے دریافت کرنے پر میرا نام لیا۔ تو
حضور نے فرمایا کہ ہم نے تو ان کا کھانا نہیں کھانا
اور ملک عمر علی صاحب کا نام لیا۔ اس پر امیر صاحب
نے کہا کہ حضور ان کا کھانا نہیں آیا۔ حضور نے
فرمایا کہ وہ خود اعتراف کریں۔ (وہ ساتھ ہی سفر کر رہے
تھے) اس پر وہ آئے اور عرض کیا کہ ان کی طرف سے
کھانا نہیں آیا۔ پھر حضور نے بخوشی قبول فرمایا۔ اس
میں یہ سبق تھا کہ حضور اپنے ایک خادم کی پوری طرح
دلجوئی کرنا چاہتے تھے۔ اور جب میں بھی اسی ڈبہ میں
سوار ہو گیا۔ تو حضور نے از راہ شفقت مجھے بھی
کھانے میں شریک کر لیا۔ حضور نے کھانے کے
دوران جیب ایک چپاتی میں سے تھوڑا سا ٹکڑا کھا

لیا۔ تو میں نے یہ دیکھ کر کہ وہ چپاتی ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ پیچھے سے ایک دوسری گرم چپاتی حضور کی پلیٹ میں رکھ دی۔ لیکن حضور نے اسے پرے کر دیا۔ اور پہلی چپاتی سے ہی کھاتے رہے۔ اور ابھی وہ چھوٹی سی چپاتی پوری طرح ختم نہ ہوئی تھی کہ حضور نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

کھانے کے دوران حضور چھوٹا چھوٹا لقمہ لیتے اور چبا چبا کر کھاتے تھے۔ اور پر وقار طریقہ سے۔ اس میں سے ایک ٹکڑا بھی ضائع نہیں کیا۔ کھانے کے بعد میں نے بعض دوستوں سے دریافت کیا کہ کل کیوں نہ آئے۔ انہوں نے بتلایا کہ کوئی خاص وجہ بظاہر نہ تھی۔ سامان باندھا ہوا تھا گاڑیاں آ گئی تھیں۔ لیکن تھوڑی دیر بعد حضور نے فرمایا۔ سامان کھول دو کل چلیں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے پیارے اور نیک بندوں سے سلوک۔ ہو سکتا ہے کہ اگر حضور اسی دن تشریف لے آتے تو سٹیشن شجاع آباد پر کوئی ناپسندیدہ بات ہو جاتی۔ ہے کوئی خدا کا بندہ! جو ان روحانی تعلقات کو سمجھے۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

اب میں حضرت مصلح موعودؓ کے لطف و کرم کی ایک اور بات بیان کرتا ہوں۔ جب حضور سندھ تشریف لے جا رہے تھے۔ غالباً ۱۹۴۲ء کا واقعہ ہے کہ گاڑی شجاع آباد سٹیشن پر پہنچ گئی تھی لیکن ہم نہ پہنچے۔ حضور نے اپنے کمرے سے تجسس بھری نگاہوں سے

ہمیں ادھر ادھر دیکھا۔ اور گاڑی سے نیچے تشریف لے آئے (حالانکہ یہ ایک چھوٹا سٹیشن تھا اور ڈاک گاڑی صرف ۲ منٹ وہاں ٹھہرتی تھی۔) اور ہماری تلاش میں انجن کی طرف خدام کے جلو میں چل پڑے پلیٹ فارم پر آنے کا گیٹ بھی اسی طرف تھا۔ ہم نے جب دیکھا کہ گاڑی پہنچ چکی ہے۔ تو ہم تانگہ سے پیچھے ہی اتر کر پلیٹ فارم پر پہنچ گئے۔ اور دیکھا کہ حضور انجن کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ ہم بھی تیز تیز قدموں سے اس طرف چلے۔ اسی اثناء میں حضور پلٹے۔ اور جونہی ہمیں دیکھا زور سے فرمایا "وہ آ گئے"۔

اللہ اللہ! ایک ادنےٰ خادم کو دیکھ کر حضور نے کس قدر خوشی کا اظہار فرمایا۔ بعد ازاں حضور گاڑی پر سوار ہو کر دروازے میں کھڑے متبسم لہجہ میں حالات دریافت فرماتے رہے۔ آخر گاڑی نے وسل دیا اور ہم بوجھل دل کے ساتھ واپس ہوئے۔

اسی شجاع آباد کا ایک اور واقعہ بھی سن لیں۔ جس سے حضور کے اعلیٰ اخلاق کے متعلق غیر مسلموں کے تاثرات کا پتہ لگتا ہے۔ ۱۹۳۶ء یا ۱۹۳۷ء میں جب حضور سندھ تشریف لے جا رہے تھے تو میں نے چند ایک افسران تحصیل سے کہا کہ چلئے آپ کو حضرت صاحب کی ملاقات کروائیں۔ وہاں ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر چاند نرائن صاحب ملتانی تھے۔ انہوں نے میری بات سنکر تمام دوستوں سے کہا کہ میں تو ایک پیشی پر ملتان جا رہا ہوں۔ جناب مرزا صاحب بہت بڑے

دھرماتما ہیں ان کی زیارت ضرور کریں۔ اور پھر از خود
ہی ذیل کا واقعہ بیان کیا کہ جب ۱۹۳۴ء میں
قادیان میں احرار نے کانفرنس کی تو ان کے بھتوئی
جو تھانیدار تھے۔ وہاں ڈیوٹی پر تھے۔ کانفرنس
کے دوران ایک دن چند ایک غیر مسلم پولیس آفیسروں کے
ساتھ مل کر حضور کی زیارت کے لئے قصرِ خلافت گئے۔ جب
ملاقات کی اجازت ملی تو حضور سے عرض کیا کہ کوئی
خاص بات تو نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جب تک حضور
لوگوں سے ملاقات کریں۔ ہمیں اپنے پاس بیٹھنے کی
اجازت دیں۔ اجازت ملنے پر وہ خاموشی سے بیٹھے رہے
اور آخر میں عرض کیا کہ ہمیں کوئی نصیحت فرمائیں۔ اس
پر حضور نے فرمایا آپ لوگ صاحبِ اقتدار ہیں میں
نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر کبھی ظلم نہ
کریں۔ کسی کے برخلاف ناجائز کارروائی نہ کریں۔
جھوٹے کیس نہ بنائیں وغیرہ وغیرہ۔ جب وہ لوگ
وہاں سے واپس ہوئے تو ایک دوسرے سے کہنے
لگے کہ ان کے مخالف تو خواہ مخواہ ان کے پیچھے پڑے
ہوئے ہیں۔ اور بڑی بُری باتیں ان کے متعلق کرتے
ہیں۔ انہوں نے تو کسی کے متعلق کوئی بُری بات نہیں کی۔
بلکہ صرف ایسی باتیں کی ہیں جو انسان کو با اخلاق بنانے
والی ہیں۔ یہ تو ایشور کے پیار کی باتیں ہیں۔ غرضیکہ
ان پر حضور کے اخلاق کا ایسا اثر تھا کہ جب وہ
قادیان سے واپس آئے۔ تو انہوں نے اپنے اکثر
ملنے والوں سے یہی باتیں کیں۔

کچھ عرصہ کے بعد میں شجاع آباد سے تبدیل ہو کر
کبیر والہ چلا آیا۔ کبیر والہ خانیوال سے ۸ میل کے
فاصلہ پر ہے۔ یہ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کا عرصہ
تھا۔ مجھے جب بھی حضور کے سندھ کے سفر کا
علم ہوتا۔ میں شوقِ زیارت میں کشاں کشاں خانیوال
جا پہنچتا۔ ایک دفعہ میں دودھ کی بوتلیں اور سکھر کی
ایک مشہور بسکٹ فیکٹری جو اس وقت ہندوؤں
کی ملکیت تھی کے چند ایک ڈبے ہمراہ لے گیا۔
حضور نے دودھ تو لے لیا لیکن بسکٹ کے ڈبے
یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میں ہندو کے ہاتھ کی بنی
ہوئی چیز نہیں کھاتا کیونکہ وہ ہمیں نجس سمجھ کر ہمارے
ہاتھ کی چیز نہیں کھاتے۔ اللہ! اللہ! کس قدر ایمانی اور
ملی غیرت کا اظہار تھا۔

اس موقعہ پر حضور نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے
مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو ملک خضر حیات
کے پاس یہ مشورہ دے کر بھیجا ہے۔ کہ وہ پنجاب
کی حکومت مسلم لیگ کے لئے خالی کر دیں۔ چنانچہ اس
کے تیسرے دن ہی ملک خضر حیات صاحب مستعفی
ہو گئے۔ اس کا مفصل ذکر اخبار ٹریبیون میں بھی شائع
ہوا تھا۔

ایک دفعہ ہمیں معلوم ہوا کہ حضور اور حضرت
ام المومنین رضی اللہ عنہا بذریعہ کراچی ایکسپریس سندھ
سے واپس تشریف لا رہے ہیں۔ یہ گاڑی خانیوال
صبح ۵ بجے پہنچتی تھی۔ یہ مارچ کا مہینہ تھا اور صبح
کے وقت کافی سردی ہوتی تھی۔ میں نے خانیوال پہنچ
کر چائے پیش کرنے کا ارادہ کیا تو میری بیوی اور

ایک دو دوسری بہنوں نے بھی ساتھ جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ ہم رات کے ۳ بجے کبیر والہ سے تانگہ پر بیٹھ کر خانیوال گئے۔ اور سٹیشن کے ریفرشمنٹ روم سے چائے بنوا کر اور بہروں سے تین چار ٹرے اٹھوا کر گاڑی پر پہنچ گئے۔ فسٹ اور سیکنڈ کے تمام کمرے اندر سے بند پائے۔ اب ہم حیران تھے کہ کیا کریں۔ دروازہ کھٹکھٹانے سے حضور کے آرام میں خلل کا ڈر تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے کہ دو منٹ بعد مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور ہمیں دیکھ کر نیچے اتر آئے۔ اور ہم سے ہمدردی کا اظہار کیا لیکن حضور کا دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اگلے ہی لمحہ حضور نے بھی اپنے کمرہ کی کھڑکی کھول دی اور ہمیں اتنی سویرے دیکھ کر بہت ہی حیران ہوئے اور جب ہم نے چائے پیش کی تو فرمایا اس دوسرے کمرے میں حضرت ام المومنین رض کی خدمت میں دیں۔ انہیں سویرے چائے پینے کی عادت ہے۔ چنانچہ ہماری مستورات اس کمرے میں داخل ہوئیں۔ چونکہ گاڑی وہاں آدھ گھنٹہ ٹھہرتی تھی۔ حضور بہت ہی پیارے پُرلطف باتیں کرتے رہے۔ آخر گاڑی نے وسل دیا اور ہم لوگ واپس ہوئے۔

اس پیارے آقا کے لطف و کرم کی اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ لیکن فی الحال اسی پر اکتفا کرکے قارئین کرام سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

آزادیٔ ضمیر

"اسلام دینِ فطرت ہے اس لئے جہاں تک انسان کا تعلق ہے۔ انسانی زندگی میں جبر کا تصور، خدا تعالیٰ کا جو منصوبہ اس کائنات کے بنانے میں ہے اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ انسان سے بھی جبراً اپنی بات منواتا تو ایک انسان اور ایک گدھے میں کوئی فرق نہ رہتا۔ یا ایک انسان اور ایک درخت میں یا ایک پتھر میں کوئی فرق نہ رہتا۔ اسلام فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے اس قدر حسین تعلیم آزادیٔ ضمیر کے متعلق اور آزادیٔ عقیدہ کے متعلق دیتا ہے کہ وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہے۔ دنیا میں صرف مذاہب ہی نہیں جو مذہب کے نام پر جبر کرتے ہیں۔ یا جبر کو روا رکھتے ہیں بلکہ آزادیٔ ضمیر کے خلاف نہایت سارے ایسے فلسفیانہ تخیلات بھی ہیں کہ جو جبر کو جائز سمجھتے۔ اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا"

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء)

جناب مولوی عبدالکریم صاحب شرما مبلغ مشرقی افریقہ

بشاراتِ ربانیہ

خلافتِ ثالثہ کے متعلق دو خوابیں

مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما مکرم جناب شیخ مبارک احمد صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۹۵۷ء میں جب خاکسار افریقہ سے رخصت پر ربوہ آیا ہوا تھا۔ رمضان شریف شروع ہونے سے تھوڑے دن قبل خاکسار نے خواب میں دیکھا کہ ایک کمرہ میں بہت سے لوگ جمع ہیں اور منتشر حالت میں ہیں۔ اچانک حضرت خلیفۃ المسیح الثالث جو اس وقت خلیفہ نہیں تھے کمرہ میں داخل ہوئے۔ چند دوستوں کے علاوہ عام طور پر لوگوں کی آپ کی طرف کوئی توجہ نہ ہوئی۔ لوگ اسی طرح آپ کی طرف پیٹھ کرکے کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ کمرہ کی مغربی دیوار کے وسط میں لوگوں کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوگئے ہیں۔ مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ لوگ آپ کی طرف توجہ کیوں نہیں کرتے اور بجائے اس کے کہ میں یہ کہتا کہ لوگوں نے پیٹھ کیوں پھیر رکھی ہے۔ میں بار بار یہ فقرہ کہہ رہا ہوں کہ ان لوگوں نے اپنی جوتیوں کی ایڑیاں کیوں آپ کی طرف کی ہوئی ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ لوگوں نے آپ کی طرف رخ کرنا شروع کردیا۔ اور دیکھتے دیکھتے سب لوگ قطاریں باندھ کر آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے ہیں۔ کمرہ میں دو یا تین قطاریں بن گئیں۔ اور پھر سب آپ کے سامنے رکوع کی حالت میں جھک گئے ہیں آپ کھڑے مسکراتے رہے

چند دن کے بعد رمضان شروع ہونے سے ایک دن قبل خاکسار قادیان گیا۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل (رضی اللہ عنہ) احمدیہ چوک میں ملے۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے۔ اور چائے پیش کی۔ اس دوران انہوں نے فرمایا عبدالکریم میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور بتایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب آئینہ کمالات اسلام میرے ہاتھ میں ہے (مجھے اس وقت صحیح طور پر یاد نہیں رہا کہ آپ نے آئینہ کمالات اسلام کہا تھا یا حقیقۃ الوحی) بہرحال ان دو کتب میں سے ایک

کا نام لیا اور فرمایا کہ میں نے جب اسے کھولا۔ تو شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی بعد میں چند ورق الٹے تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی تصویر تھی۔ پھر حضرت ورق الٹے تو حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی تصویر نکلی۔ پھر انہوں نے بتایا میں نے کچھ اور ورق الٹے تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں چوتھی تصویر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی ہے۔ آپ نے ترکی ٹوپی پہنی ہوئی ہے۔ اور جوانی کی تصویر ہے اور اس وقت کی معلوم ہوتی ہے۔ جب آپ انگلستان تعلیم حاصل کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ میں نے چونکہ چند دن قبل خود بھی مندرجہ بالا خواب دیکھی تھی۔ اس لئے حضرت استاذی المحترم مرحوم کا رویا سننے کے بعد مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ہی ہونگے۔ قادیان سے واپس آ کر میں نے یہ خواب حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ کر بھیج دی۔ حضور کی طرف سے خاموشی رہی۔ اور کوئی جواب نہیں ملا۔

افریقہ میں بھی جب کبھی احباب میں ذکر آیا۔ میں نے انہیں کہا۔ مجھے ایک رویا کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ خلیفۂ ثالث کون ہوں گے لیکن چونکہ قبل از وقت اس امر کا انکشاف کرنا ممنوع ہے اس لئے بتاؤں گا نہیں۔

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے وصال سے چند ہفتہ قبل خاکسار رخصت پر پھر ربوہ آیا ہوا تھا۔ اس موقعہ پر مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے انتخاب خلافت کی مجلس میں شمولیت کا موقعہ عطا فرمایا۔ گھر سے جب میں مسجد مبارک میں جانے کے لئے نکلنے لگا۔ میری اہلیہ نے کہا۔ اب تو بتا دیں کہ خلیفہ کون ہوں گے۔ میں نے کہا اجازت نہیں ہے۔ ہونگے وہی جن کے متعلق میں نے خواب دیکھا ہے۔

والسلام

خاکسار:۔ عبدالکریم شرما

بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہم کیونکر خدا کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ۔"

(ازالہ اوہام)

محترم پروفیسر مسعود احمد صاحب ایم اے

میدانِ جنگ میں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خُلقِ عظیم

(۳)

اُس زمانہ میں جبکہ جنگی قیدیوں سے جانوروں والا سلوک کیا جاتا تھا اور لونڈی کو غلام بنالیا جاتا تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرگز یہ پسند نہ فرمایا کہ ان کی انسانیت کی تذلیل کی جائے۔ ان کے لئے بھی ضابطہ اخلاق مسلمانوں کو دے دیا تھا۔ وہ زرِ فدیہ دے کر آزاد ہو جاتے تھے۔ لیکن بہت سے احسانًا آزاد کئے جاتے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو بھی پسند فرمایا ہے۔

فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَاءً[1]

ان کو احسان کر کے چھوڑ دو۔ ہاں اگر قبیلوں میں فتنہ و فساد کے پھیلنے کا اندیشہ ہو تو پھر ان پر تاوان بطور سزا کے ڈال دو۔

اور اگر وہ زرِ فدیہ بھی نہ دیں۔ اور ان کی آزادی سے جنگ کی آگ بھڑکنے کا اندیشہ ہو تو پھر مستقلاً روکا بھی جا سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں ان کے ساتھ حسن سلوک میں کوتاہی نہ ہونی چاہیئے۔ اور ان کی ذمہ داری ان کے نگرانوں پر ڈالی گئی۔ اس حسن سلوک میں نہ صرف ان کی جسمانی اور مادی ضروریات کا خیال رکھنا ہوتا بلکہ یہ بھی شامل تھا کہ ان کو کوئی نفسیاتی یا ذہنی یا روحانی تکلیف بھی نہ پہنچے۔ چنانچہ رشتہ داروں کو بعض اوقات ایک ساتھ رکھا جاتا۔ جن غلاموں میں رشتہ داریاں نہ ہوتیں۔ تو اسی وقت مرد اور عورت میں رشتہ مناکحت قائم کر دیا گیا۔ اور پھر دونوں کو ایک ساتھ رکھا۔ جب کوئی اپنی آزادی کے حصول کے لئے کوئی اقدام کرتا تو اس میں سہولت پیدا کی جاتی تاکہ وہ جلد از جلد آزاد ہو جاتے۔

قبیلہ مصطلق کے خلاف جنگ کے بعد اسی قبیلہ کے سردار حارث کی بیٹی نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے قرضہ کی درخواست کی۔ تاکہ وہ اپنے نگران کو زرِ فدیہ ادا کر کے واپس چلی جائیں۔ اور قرضہ کی رقم گھر سے واپس بھجوا دیں۔ حضورؐ کو پتہ چلا۔ کہ بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی بھی قیدی ہے۔ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ میں خود فدیہ ادا کر دوں اور تم مجھ سے نکاح کر لو۔ انہوں نے اس کو پسند کیا اور

[1] سورہ محمد آیت ۵

جویریہ بنت حارث جو ملک یمین کے طور پر حضور کے سامنے آئی تھیں۔ اب ام المومنین جویریہ بن گئیں۔ اور قطع نظر اس بات کے کہ ایک عورت کو باعزت رہائی نصیب ہوئی۔ حضور اکرمؐ کی ان کے ساتھ شادی کی برکت سے مسلمانوں نے اس قبیلے کے تمام قیدیوں کو بطور احسان چھوڑ دیا کہ اب اس قبیلے کو حضورؐ کے سسرال بننے کا شرف حاصل ہو گیا۔ تھا۔ کیا خبر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس شادی کا خیال ہی ان قیدیوں کی رہائی کے لیئے آیا ہو۔ کہ اس طرح یہ سب قیدی بآسانی رہا ہو سکیں گے۔

غرض کوئی جنگ بھی آپؐ نے مال غنیمت جمع کرنے یا لونڈی غلام اکٹھا کرنے کی غرض سے نہیں لڑی۔ بلکہ جہاں کہیں بھی صرف مال غنیمت کا کوئی شائبہ بھی پیدا ہو جاتا۔ آپؐ اس سے کنارہ کش ہو جاتے آپؐ اسی وقت لشکر لوٹنے کا حکم دیتے۔ جب دشمن کے ساتھ آمنے سامنے کی مٹھ بھیڑ ہوتی۔ آپؐ نے ۲۸ موقعوں پر لشکر کی کمان فرمائی۔ ان میں سے صرف ۱۴ جنگوں میں گھمسان کا رن پڑا۔ ۱۴ بار آپ بغیر لڑائی لڑے واپس تشریف لے آئے۔ سوائے غزوہ تبوک کے جہاں ہرقل شہنشاہ روم مسلمانوں سے طاقت میں بہت زیادہ تھا۔ باقی سب قبائل جو خود میدان جنگ سے ہٹ جاتے رہے یقیناً ایسے طاقتور نہ تھے کہ مسلمان ان کی کمین گاہوں میں جا کر یا ان کی بستیوں میں گھس کر ان کے بد عزائم کی سزا ان کو نہ دے سکتے تھے لیکن حضور اکرمؐ نے ہرگز یہ پسند نہ فرمایا کہ دشمن کو اس طرح پامال یا ہراساں کیا جائے جس سے دلوں میں نفرت بڑھے۔ یا آپکے ٹھیک عزائم خون ریزی یا غارت گری پر محمول کیئے جائیں۔ ان چودہ میں پانچ غزوے ایسے بھی تھے۔ جن میں بجائے لڑائی کے بعض قبائل کے ساتھ امن اور دوستی کے معاہدے کیئے گئے۔ گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنے لشکر کے ساتھ نقل و حرکت بعض اوقات بجائے لڑائی کے دوستی پر منتج ہوا کرتی تھی۔ اور یہ آپ کی نیک نیتی کا ثمرہ ہوا کرتا تھا اور معاہدات کی حرمت کے بارے میں مسلمانوں کو یہاں تک تلقین کی۔

من ظلم معاهدا او انتقصه
او كلفه فوق الطاقة او اخذ
منه شيئاً بغير طيب نفسه فانا
حجيجه يوم القيامة [1]

یعنی جو مسلمان کسی معاہد کافر پر ظلم کرے گا یا اسے نقصان پہنچائے گا یا اس پر ایسی ذمہ واری ڈالیگا جو اس کی طاقت سے زیادہ یا اس سے کوئی چیز بغیر اس کی مرضی اور خوشی کے لے گا تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے انصاف چاہوں گا۔

نہ صرف مخصوص اجتماعی سطح پر معاہدات کا پاس تھا۔ بلکہ انفرادی معاہدوں کا بھی لحاظ کیا جاتا۔ چنانچہ جنگ بدر میں آپ نے حذیفہ بن یمان اور ابو جبل کو شریک لشکر نہ کیا۔ کیونکہ وہ مکہ سے جنگ میں حصہ نہ لینے کا عہد کر کے آئے تھے۔ [2]

---

[1] ابو داؤد [2] صحیح مسلم

معاہدات کے سلسلہ میں وہ معاہدہ بھی تھا جو آپ نے اپنے خونی دشمنوں، مکہ کے کفار قریش کے ساتھ کیا جو تاریخ میں ایک بے مثال واقعہ ہے۔ کفار مکہ تین بار مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور تینوں دفعہ بے نیل و مرام واپس گئے۔ بدر اور احزاب کی جنگ میں ان کی شکست بالکل نمایاں حقیقت ہے۔ لیکن اُحد میں بھی وہ مسلمانوں کو میدان سے ہٹا دینے کے باوجود مدینہ میں داخل نہ ہو سکے۔ خود مکہ میں ان کا استقبال ان طعنوں سے ہوا۔ کہ مسلمان قیدی کہاں ہیں۔ مدینہ کا لوٹا ہوا مال کہاں ہے۔ بدر کے مقتولوں کے بدلہ میں ان کے مارنے والے مسلمانوں کے سر کہاں ہیں۔ غرض خود مکہ میں ان کی فتح کو تسلیم نہ کیا گیا تھا۔ تو یہ مسلمانوں کی شکست کیسے گردانی جائے۔ اگر مسلمان شہدا کی تعداد کفار مقتولوں سے زیادہ تھی۔ تو یہ تو مسلمانوں کی مراد بر آئی تھی۔ وہ جنگ میں جاتے ہی مرنے کے لئے تھے نہ کہ مارنے کے لئے اور نہ فتح کے لئے۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ
مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ
بِبَعْضٍ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ
اَعْمَالَهُمْ [1]

اگر اللہ چاہتا تو خود ہی کافروں سے بدلہ لے لیتا لیکن وہ تو بعض کو بعض کے ذریعہ آزماتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے گئے، وہ ان کے اعمال کبھی ضائع نہیں کرتا۔

اب چھ ہجری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ۱۴۰۰ جاں نثار صحابہ کے ساتھ ستر اونٹوں کی قربانی لے کر مکہ تشریف لے گئے۔ تاکہ عمرہ ادا کریں۔ کفار مکہ مزاحم ہیں کہ ہم مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حالانکہ عرب کے دستور کے مطابق ان کو حق نہیں پہنچتا تھا کہ کسی کو حج سے روک سکیں۔ وہ کعبہ کے متولی تھے مالک نہ تھے حضور نے ان کو سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہی ٹڈھاک کے تین پات۔ وہ اپنی بات سے نہ ہٹے۔ ان کا موقف تھا کہ جب تک مسلمان اور کفار مکہ برسر پیکار ہیں وہ کیسے اپنے دشمن کو مکہ میں آنے دیں۔ ہاں صلح کی حالت میں یہ ممکن ہے۔ آخرکار جنگ کی حالت کے ختم ہونے کے امکان پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی صلح کے عہد نامہ کے لئے راضی ہو گئے۔ صلح کے معاہدہ کا متن تیار ہونے لگا لیکن یہ بھی عجیب بات ہے کہ تین بار ناکام ہونے والا دشمن کامیاب و کامران فاتح کو صلح کی شرائط تجویز کر رہا ہے۔ اور ہر شرط مسلمانوں کے خلاف اور ان کے زعم میں کفار کے حق میں جا رہی ہے۔ مسلمان اس سال عمرہ ادا نہیں کریں گے۔ اگلے سال آئیں گے لیکن بلا ہتھیار آئیں گے۔ صرف تین دن مکہ میں قیام پذیر رہیں گے۔ جو مسلمان مکہ والوں کے قبضہ میں آ جائے گا آزاد نہ کیا جائے گا۔ جو مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچے گا۔

---

[1] قرآن مجید سورۃ محمد آیت ۵

واپس کیا جائے گا۔ مسلمان ہر شرط پر کبیدہ خاطر ہو رہے ہیں۔ لیکن پیغمبر السلام صلعم کے علمبردار امن کے دلدادہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر شرط کو قبول فرما رہے ہیں۔ کہ کسی طرح مخاصمانہ ختم تو ہو۔ ایک شرطیہ برابری کے درجہ پر طے پاتی ہے کہ دونوں فریق آزاد ہیں جس قبیلے سے چاہیں دوستی کریں۔ اور صلح کا اطلاق حلیف قبائل پر بھی ہوگا۔ شرائط لکھی جاتی ہیں کاتب معاہدہ حضرت علی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے آغاز تحریر کرتے ہیں۔ کفار کا نمائندہ سہیل اعتراض کرتا ہے کہ یہ کیا عبارت ہے۔ ہم اس کو نہیں جانتے۔ ہم صرف بسمک اللّٰہم سے اپنی دستاویزات لکھا کرتے ہیں۔ یہاں یہی لکھا جائے۔ حضورؐ فوراً اس کے لکھے جانے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضرت علی لکھتے ہیں کہ یہ معاہدہ ہے مابین محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو کے سہیل پھر اعتراض کرتا ہے کہ ہم محمد بن عبداللہ کو جانتے ہیں محمد رسول اللہ کو نہیں۔ حضور کی حیثیت سربراہ ریاست مدینہ کی تھی۔ جو مقام آپ کو بحیثیت رسول اللہ حاصل ہوا تھا قاعدہ کی بات ہے کہ جانبین کے وہی عہدے معاہدہ میں لکھے جاتے ہیں۔ جو ان کی قوم ان کے سمجھتی ہے۔ لیکن سہیل کہتا ہے کہ اگر محمد رسول اللہ کے الفاظ لکھے گئے تو معاہدہ نہ ہوگا۔ حضور خود یہ الفاظ معاہدہ کی تحریر میں سے مٹا دیتے ہیں۔

اب ذرا دیکھیں وہ معترضین جو ہمارے آقا و مولیٰ کو جنگجو فاتح پکارتے ہیں۔ کیا کوئی جنگجو فاتح ایسا ہے۔ جو تین بار فاتح ہوتے ہوئے اور جاں نثار فوج رکھتے ہوئے جس نے انہی دنوں میں اسی میدان حدیبیہ میں جہاں معاہدہ لکھا گیا اپنے عہد وفاداری کی تجدید کی۔ مفتوح کی ہر بات کو مانتا ہے اپنی ذات کے بارے میں ان کے ایک نامعقول اور ان کے زعم میں تخفیف والے مطالبہ کو بھی رد نہیں کرتا۔ تاریخ ایسی کوئی مثال دینے سے یقیناً قاصر ہے۔ لیکن ہمارے رسول مقبول کو تو جنگ نہیں امن مرغوب تھا۔ آپ کا شمشیر ہتھیاروں کی فتح … دوستی اور صلح سے دلوں کو مسخر کرتا تھا۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ
لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ
هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ[1]

اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی
لڑائی بند کر کے امن اور سلامتی کا
راستہ اختیار کرو۔ اور اللہ پر بھروسہ
رکھو۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے

یعنی وہ حقیقت سے باخبر ہے۔ تم کو ہرگز نقصان نہیں پہنچنے دے گا۔ کیونکہ تمہارا مقصود لڑائی نہیں اس پر تو تم مجبور کئے گئے، جو اصل مقصود تو امن اور سلامتی کی راہ ہے۔ اسی لئے ہمارے مذہب کا نام اسلام رکھا گیا۔

ابھی معاہدہ کی سیاہی خشک نہ ہوئی تھی اور اس پر مہر تصدیق ثبت نہ ہوئی تھی کہ سہیل کا بیٹا ابوجندل پا بجولاں آجاتا ہے۔ اور دہائی دیتا ہے۔

یا رسول اللہ مجھ کو میرے باپ سے رہائی دلوائیں۔ میں تو پناہ میں آپؐ کے قدموں میں پناہ لینا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں اللہ پر اور آپ پر اس کے رسول کی حیثیت سے ایمان لا چکا ہوں۔ سہیل کہتا ہے کہ معاہدہ کی رو سے یہ آزاد نہیں ہو سکتا۔ مسلمان احتجاج کرتے ہیں کہ یہ کیس معاہدہ سے پہلے کا ہے۔ لیکن سہیل کہتا ہے کہ اگر ابوجندل مجھ کو واپس نہ دیا گیا تو یہ معاہدہ نہ ہوگا۔ حضور اکرمؐ سہیل سے ذاتی اپیل کرتے ہیں۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوتا آخر ابوجندل کو واپس کر دیا گیا اور مسلمانوں کے سامنے ان شقی القلب لوگوں نے دوبارہ اس کی مشکیں کس لیں اور دھکیل کر مکہ کی طرف لے جانے لگے۔ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کو جاتے ہوئے خطاب کر کے کہا۔ اے ابوجندل تم چند روز اور صبر کرو۔ عنقریب خداوند تعالےٰ تمہارے واسطے کشادگی عطا کرے گا۔ میں اس وقت مجبور ہوں۔ کیونکہ میں نے عہد کر لیا ہے۔ اور میں عہد کے خلاف نہیں کر سکتا۔

دوسرے لفظوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابوجندل کو کہہ رہے تھے۔ تم ایک کی خاطر عرب کا امن برباد نہیں کیا جا سکتا (جس عرب کا جہاں ابھی لاکھوں مشرکین اور یہودی اور عیسائی بھی لڑ رہے تھے)

(باقی)

اُمّتی وہی ہے جو آپؐ کی تعلیمات پر کاربند ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"کشتی نوح کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ قد افلح من زکٰھا۔ یوں تو ہزاروں چور۔ زانی۔ بدکار۔ شرابی۔ بدمعاش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ مگر کیا وہ درحقیقت ایسے ہیں ہرگز نہیں۔ اُمّتی وہی ہے، جو آپؐ کی تعلیمات پر پورا کاربند ہے۔"

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۳۳)

مکرم غلام رسول صاحب اعوان

خدا تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں جگہ پانے والے

قرآن کریم سے ثابت ہے کہ قیامت کا دن بڑا سخت اور ہولناک ہوگا۔ خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو ظالم اور گنہگار ہوں گے آیت یومئذٍ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر۔ اس کی وضاحت کر رہی ہے۔ اس دن ہر شخص کو صرف اپنی زندگی کی فکر ہوگی اور کسی کو ہوش نہ ہوگا۔ ماں تک کو اپنے بچوں کی پرواہ نہ ہوگی۔ وہ واقعی قیامت کا دن ہوگا۔ اور اس دن سورج کی گرمی ناقابل برداشت ہوگی۔ کہیں بھی کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔ بجز اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چھاؤں کے جس کے نیچے سات قسم کے لوگوں کو پناہ ملے گی۔ حدیث شریف کے مطابق ان کے اوصاف یہ ہیں۔

۱۔ عادل حاکم

۲۔ وہ جوان جس نے عبادتِ الٰہی میں ہوش سنبھالا ہو۔

۳۔ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگتا ہو۔

۴۔ وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھتے ہوں ملتے ہوں تو خدا کے واسطے اور جدا ہوتے ہوں تو خدا کے واسطے۔

۵۔ وہ شخص جسے کسی جوان خوبصورت عورت نے جنسی خواہش کے لئے طلب کیا ہو اور وہ محض خدا کے خوف سے رک گیا ہو۔

۶۔ وہ شخص جو اپنے مال کو خدا کی راہ میں ایسے طور سے خرچ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوتی۔

۷۔ وہ شخص جو تنہائی میں یادِ خدا میں روتا ہے۔

ان اوصاف کی مختصر تصریح یوں ہے کہ

۱۔ عدل کی مثال ترازو کے دونوں پلڑوں کو مساوی رکھنا ہے عدل دراصل توازن ہے۔ قدرت کے نظام کائنات کی بنیاد بھی عدل پر استوار ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ساری کائنات آناً فاناً تباہ ہو جائے۔ اسی طرح معاشرتی نظام بھی اپنی بقا کے لئے قانون عدل کا مرہونِ منت ہے۔ اور معاشرے میں قانون عدل کو نافذ کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کی ذمہ داری حکام کی ہوتی ہے۔ اگر حکام اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتے ہیں تو وہ عادل ہیں۔ ہر حاکم اگر عادل ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا سزاوار ہے۔ اگر وہ عادل نہیں تو ظاہر ہے معاشرے میں فساد ہوگا۔ اور فتنہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل سے بھی زیادہ سنگین ہے

۲۔ جوانی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اور اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنا بلاشبہ بہت مشکل کام ہے ع

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

یعنی یہ پیغمبروں کا کام ہے اور شاید عاشقی سے

تو دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ جوانی میں خدا کو یاد کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا۔

۳۔ مسجد میں دل کا لگنا محبت الٰہی کی نشانی ہے ظاہر ہے کہ عاشق کے لئے محبوب کا گھر جنت ہوتا ہے۔ اگر اس کا دل وہاں نہ لگے تو کہاں لگے۔ مسجد بھی خانۂ خدا ہے۔ جس خوش نصیب کا دل دوست کے گھر میں لگتا ہے۔ اس کے دل میں دوست کی محبت ہوگی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوست قیامت کے دن اس کے سایۂ عاطفت میں ہوں گے۔

۴۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اس کے حوالے سے محبت کرتا ہے خدا اس دنیا میں بھی اس پر رحم کرتا ہے۔ اور حشر کے دن بھی ایسے محبت کرنے والے لوگوں کو اپنے دامن رحمت میں پناہ دے گا۔ وہ رحیم ہے اور اس کی رحمت کا سرچشمہ محبت ہے۔ لہٰذا وہ اپنے بندے سے بے پناہ محبت کرتا ہے جس معاشرے میں لوگ یہ سمجھ کر ایک دوسرے سے محبت کریں کہ وہ اس کے آقا کے بندے اور عیال ہیں تو یقیناً ایسا معاشرہ امن اور سلامتی کی جنت ہوگا۔ اور جہاں محبت کا دور دورہ ہو۔ وہاں ظلم و استحصال اور جرم و گناہ کا راہ پانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جس گھر یا معاشرے میں محبت کا فقدان ہو وہاں نفرت اور عداوت کا دور دورہ ہوتا ہے۔

۵۔ قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ جو قوم جنسی بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کا انجام ہلاکت و بربادی یا ذلت و شکست ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ جو قوم اپنی جنس کی حفاظت نہیں کرتی۔ وہ بالآخر اپنی آزادی کی حفاظت کرنے کے قابل بھی نہیں رہتی۔ لہٰذا ایسی قومیں بالآخر محکوم اور غلام بن جاتی ہیں۔ اور ان کا قومی تشخص مٹ جاتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جنسی بے راہ روی گناہ کبیرہ ہے۔ اور اس کے لئے اس کی سزا بھی اتنی ہی سنگین ہے اور اس نے لوگوں کو ایسے ماحول میں جانے سے بھی منع کر دیا ہے۔ جہاں جنسی ترغیب کا سامان موجود ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔ جنسی بے راہ روی کے نتائج و عواقب خاندان اور معاشرے میں بڑے بھیانک ہوتے ہیں۔ اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس دعوت کو جرم و گناہ سمجھ کر ٹھکرا دے۔ تو اسے اس صبر و استقامت اور جرأت و ہمت پر اللہ تعالیٰ اسے اپنا دوست بنا لیتا ہے۔ لہٰذا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں جگہ پائے گا۔

۶۔ جو شخص اپنے مال میں سے چھپ کر لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ اسے دنیا میں بھی اس سے کئی گنا زیادہ دیتا ہے جو وہ خرچ کرتا ہے۔ اور آخرت میں بھی اس کا ایک اجر یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے عذاب سے بچائے گا۔ اسلام نے جہاں فرد کو کسب مال کی آزادی دی ہے۔ اور اسے اس کا امین بنایا ہے۔ وہاں اسے اپنی حلال کمائی کو اپنی جائز ضروریات پر

خرچ کرنے کی اجازت بھی دی۔ اور اسے اس بات کا پابند کر دیا کہ وہ فالتو مال و دولت کو جمع نہیں کرے گا۔ لہٰذا اسے صدقہ و خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا۔ اسلام چونکہ ریاکاری کو پسند نہیں کرتا کہ یہ منافقت کی ایک علامت ہے، لہٰذا وہ لوگوں کو خفیہ طور سے صدقہ و خیرات کرنے کی تاکید کرتا ہے، تاکہ لینے والوں کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو، اور معاشرے میں ان کا بھرم باقی رہے۔ اس طریقۂ انفاق کے لئے پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بلیغ انداز اختیار کیا ہے کہ انسان خدا کی راہ میں اس طرح خرچ کرے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ وہ دائیں ہاتھ سے کیا دیتا ہے، لہٰذا ایسا شخص اللہ تعالےٰ کے سایۂ رحمت کا مستحق ہے۔

۷۔ جو انسان تنہائی میں اللہ تعالےٰ کے حضور ذکر، دعا اور گریہ وزاری کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کی صفتِ رحیمیت اور ربوبیت پر کامل یقین رکھتا ہے۔ اہلِ درد وفورِ محبت سے گریہ کرتے ہیں۔ دوست کی فرقت کا ایک لمحہ بھی ان کے لئے صبر آزما ہوتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ دل میں سعادت ہو تو انسان تنہائی میں اپنے دوست کے حضور گریہ وزاری کرتا ہے۔ اور اس کا قرب حاصل کرنے کی راہیں تلاش کرتا ہے۔ اور آنسوؤں کا حقیر تحفہ اس کے حضور پیش کر دیتا ہے، اور یہی آنسو قبول کر لئے جاتے ہیں، اور اس کے قرب کا ذریعہ بنتے ہیں۔

آنسو کیا ہیں محبت کے پیامبر تو ہیں، یہ محبت کے سفیر ہیں جو دل کی دھڑکنوں کو محبوب تک پہنچاتے ہیں، پس ایسے محب کو سایۂ رحمت نہ ملے تو اور کسے ملے ؟

تیری ہمدردی ہر ایک کے لئے عام ہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"چاہیئے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کے لئے عام ہو مگر جو تیرے خدا کا دشمن۔ تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے۔ وہی تیرا دشمن ہو گا سو تو ایسوں کو بھی دعوت اور دعا سے محروم نہ رکھ اور چاہیئے کہ تو ان کے اعمال سے دشمنی رکھے نہ کہ ان کی ذات سے اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں۔"

(کشتی نوح)

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا دورہ فیصل آباد و سرگودھا

فیصل آباد۔ مورخہ ۲۳ فروری بروز جمعہ محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب نائب صدر صف دوم و خاکسار ملک حبیب الرحمٰن قائد عمومی کی معیت میں مسجد فضل فیصل آباد میں تقریباً ۱۰ بجے دن پہنچے۔ اس وقت تک ضلع فیصل آباد کے مختلف مقامات کی مجالس کے قریباً ۵۰ زعماء اور ان کے نمائندے مسجد میں پہنچ چکے تھے۔

صدر محترم نے عہدہ داران سے ان کی مجالس کا باری باری جائزہ لیا۔ اور ہر ایک عہدہ دار سے اس کے گاؤں کی کل آبادی، احمدیہ جماعت کی تعداد اور تعداد انصار اللہ نیز ہر ممبر کی طرف سے مالی قربانی، تبلیغی اور تربیتی مساعی کے متعلق سوالات کئے۔ اور انہیں اپنے فرائض کی طرف پوری توجہ دینے کی تاکید کی۔ آپ نے دوستوں سے کہا کہ وہ گاؤں میں دوستانہ اور ہمدردانہ مراسم رکھیں اور انہیں مرکز احمدیت میں لانے کی پوری کوشش کریں تاکہ ان کے دلوں میں احمدیت کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں۔ مرکز کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور کانوں سے سنکر ان کا ازالہ ہو سکے۔

خطبہ جمعہ میں محترم صاحبزادہ صاحب نے تبلیغی اور تربیتی سرگرمیاں تیز کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ چونکہ جمعہ تک تقریباً دوسو انصار اور ڈیڑھ سو کے قریب خدام اور اطفال جمع ہو چکے تھے۔ اس لئے جمعہ کے معاً بعد آپ نے اجلاس عام کی صدارت فرمائی۔ تلاوت اور عہد دہرانے کے بعد زعیم صاحب اعلیٰ مجلس انصار اللہ فیصل آباد شہر نے اپنی مجلس کی کارگزاری کی رپورٹ پیش کی۔ صدر محترم نے رپورٹ کے بعض مندرجات مثلاً ایثار وغیرہ پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ لیکن اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ دوست حالات حاضرہ کے مطابق تبلیغ اور تربیت کی طرف پوری توجہ نہیں دے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ پچھلی کوتاہیوں کا ازالہ کرنے کے لئے ہر دوست اپنے نئے سال کے پروگرام کا ٹارگٹ مقرر کرے اور ٹارگٹ جو اس نے کیا ہے اسے نقطۂ آغاز تصور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنے ٹارگٹ کی طرف رواں دواں ہو۔ اہل مرکز سے ہر طرح کا رابطہ قائم رکھے اور جیسا کہ اوپر تاکید کی گئی ہے۔ اخراجات سے بے فکر ہو کر دوستوں کو مرکز میں لانے اور بزرگان سلسلہ سے ملاقات کرانے کی کوشش میں لگا رہے۔

. . . .

نیز اپنے تمام دوستوں کو آپس میں محبت اور پیار سے زندگی بسر کرنے اور اپنی اولاد اور جماعت کے تمام نوجوانوں اور اطفال کی تربیت کی طرف توجہ دینے کی تاکید کی۔ خصوصاً نماز باجماعت ادا کرنے اور اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

آپ کے ارشادات کے بعد محترم چوہدری حمید اللہ صاحب نائب صدر صف دوم نے دوستوں کو بتلایا کہ چھ سال ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے خدام اور صف دوم کے انصار (۴۰ سال سے ۵۰ سال تک کی عمر) کے لئے رابطہ اور ملاپ کی مہم کے لئے سائیکل سکیم کا اجراء فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو تاکیداً فرمایا ہے کہ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ پس اس حکم کے ماتحت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ دیہات میں ہر جگہ پہنچیں۔ لوگوں سے رابطہ قائم کریں۔ اور راہ کی تکالیف کا علم پا کر انہیں حتی المقدور دور کرنے کی کوشش کریں۔ اس غرض کے لئے صف دوم کے انصار بھائی سائیکل مہیا کریں۔ خواہ نیا ہو یا پرانا اور سائیکل چلانا سیکھیں۔ اور پھر ایک دن مقرر کر کے اکٹھے مل کر اپنے اپنے حلقہ میں پہنچیں۔

نماز مغرب کے بعد ایک دوست کے مکان پر ایک پرائیویٹ مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں ۸۰ کے قریب احباب نے شرکت کی۔ اس میں ۲/۳ وہ سنجیدہ احباب بھی تھے۔ جو ابھی تک جماعت میں شامل نہ تھے۔ انہوں نے محترم صاحبزادہ صاحب سے احمدیت اور جماعت کے متعلق مختلف قسم کے سوالات کئے۔ جن کے جوابات قرآن کریم، احادیث کی روشنی میں عام فہم انداز میں دیئے گئے۔ تقریباً دس بجے شب یہ مجلس ختم ہوئی۔

سرگودھا:- مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۹ء ۱۱ بجے دوپہر سے دو بجے بعد دوپہر تک مجالس ضلع سرگودھا کے زعماء کا ایک اجلاس جامع مسجد سرگودھا میں منعقد ہوا جو مرکزی ہدایت پر بلایا گیا تھا۔ حسب سابق محترم صاحبزادہ صاحب صدر مجلس کے ہمراہ محترم نائب صدر صاحب صف دوم چوہدری حمید اللہ صاحب اور ملک حبیب الرحمٰن صاحب قائد عمومی شامل ہوئے۔ اجتماع میں محترم ناظم صاحب ضلع سرگودھا۔ اور زعیم صاحب اعلیٰ شہر سرگودھا بھی موجود تھے۔ تمام زعماء سے جن کی تعداد تقریباً ۶۰ تھی کوائف دریافت کئے گئے۔ ماہانہ اجتماعات اور تبلیغ اور تربیت کے متعلق کوائف تسلی بخش نہ پا کر محترم صدر صاحب نے فرمایا جس کام کا جائزہ لیا گیا ہے اس میں آپ کامیاب نہیں ہو سکے۔ آپ کی مجلس کی مثال ایک ایسے باغ کی سی ہونی چاہیئے۔ جس کا ہر پودا پھل دیتا ہو۔ جن دوستوں نے اچھی رپورٹ دی ہے۔ ان کی مثال تو خود رو پھل دار پودوں کی سی ہے۔ جو بغیر کسی محنت کے جنگل میں بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور تھوڑی سی محنت اور حالات موافق پا کر سرسبز رہتے اور پھل دیتے ہیں۔ اگر آپ سب نے صحیح طریق پر کام کیا ہوتا۔ تو ایک آراستہ اور پرسلیقہ باغ کی طرح آپ کی مثال ہوتی۔ جس کا ہر شجر ثمردار ہوتا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ کہ قیادت ضلع کے ساتھ کام کرنے والی کوئی مضبوط ٹیم بھی نہیں۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ آئندہ کے لئے کام بہتر طریق سے ہو گا۔ فی الحال مختصراً صرف چند ہدایات پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ سب زعماء صاحبان ہر ماہ لازماً اپنی رپورٹ مرکز میں بھجوا کریں۔ خواہ کوئی کام بھی نہ کیا ہو۔ اس صورت میں آپ یہی رپورٹ دیں کہ اس ماہ فلاں وجہ سے کام نہیں ہو سکا۔ آئندہ انشاء اللہ کمی پوری کر دی جائے گی۔ لائحہ عمل آپ میں سے ہر ایک کو بھی دیا جا چکا ہے۔ اسے بار بار پڑھیں۔ اور ہر ایک شعبہ کے متعلق رپورٹ دیں۔

ناظم صاحب ضلع دورہ کریں اور کام کو منظم کریں۔ رپورٹ نہ آنے کی صورت میں مرکز یاد دہانی کرائے گا۔ یاد رکھیں کہ

رپورٹ کا آنا بہت ہی ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہو گا کہ ہمارے دوست کیا کام کر رہے ہیں۔ نیز یاد رکھیں کہ رپورٹ میں بالکل صحیح اندراج ہو۔ پھر کام پوری کوشش سے کریں۔ پہلا قدم خود اٹھائیں۔ آگے اللہ تعالیٰ خود مدد فرمائے گا۔ تبلیغ اور تربیت کی طرف پوری توجہ دیں۔ اور دعا سے بہت کام لیں۔ بیج آپ لگائیں۔ پودا اللہ تعالیٰ اگائے گا جو اسی کے اذن سے پھل بھی دے گا۔

چندہ دینے میں اخلاص سے کام لیں اور با شرح دیں۔ دوستوں کو مرکز میں لاویں۔ اور کرایہ وغیرہ کی فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اسباب بنا دے گا۔ مرکز میں جانے سے ان کے بہت سے غلط خیالات خود بخود دور ہو جائیں گے اور کئی قسم کے اعتراضات دور ہو جائیں گے۔

میں ایک دفعہ پھر تاکید کرتا ہوں کہ آپ کا ہر قدم ترقی کی طرف اٹھے۔ گزشتہ سال جتنا کام کسی ماہ میں ہوا تھا۔ اس سال اس ماہ اس سے زیادہ کام ہو۔ تب کہا جا سکتا ہے کہ آپ کچھ کر رہے ہیں۔ سالانہ اجتماع میں سب مجالس کے نمائندے آنے چاہئیں۔ جہاں بڑی مجالس ہیں وہاں کافی تعداد میں احباب سالانہ اجتماع میں شریک ہوں۔ مرکز میں جانے سے کئی قسم کی کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں۔ اور کام کا جوش پیدا ہوتا ہے۔

سائیکل سکیم :- ہر ایک انصار صف دوم کے پاس سائیکل ہونا چاہیئے۔ خواہ نیا ہو یا پرانا۔ اس سے دوسرے فوائد کے علاوہ جن کا ذکر آپ سن چکے ہیں۔ محض اس لئے بھی، کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے فرمان کی تعمیل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر کے مستحق ٹھہریں گے۔

صاحب صدر کے ارشادات سے قبل محترم نائب صدر صاحب صف دوم نے سائیکل سے رابطہ اور ملاپ کی اہمیت پر زور دیا۔ آپ نے تاکید کی کہ تمام مجالس کو جلد از جلد سائیکل مہیا کر کے منظم طریق سے رابطہ کی مہم شروع کرنی چاہیئے۔ اس موقعہ پر سائیکل سکیم کے کوائف ایک پمفلٹ کی صورت میں تمام حاضرین میں تقسیم کیئے گئے۔ نماز ظہر و عصر کے بعد یہ تقریب دعا پر ختم ہوئی۔

۱۹۷۹ء کی پہلی سہ ماہی کا سو فیصد بجٹ ادا کرنیوالی مجالس

ذیل کی مجالس انصار اللہ نے اپنے سال رواں کا بجٹ خدا کے فضل سے پہلی سہ ماہی میں ہی سو فیصد ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے خاص فضلوں سے نوازے اور بیش از بیش خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا رہے آمین

ضلع فیصل آباد۔ جڑانوالہ۔ ر ب ۶۰ کھیم سنگھ والا، ج ب ۸۹ رتن۔ ماموں کانجن گ ب ۷۷۔ ضلع شیخوپورہ:- چک ۱/۶۲ خورد۔ داریٹن سیاسوا۔ ضلع جھنگ:- بگا نسوانہ۔ ضلع سیالکوٹ:- بھوپال والہ ملیانوالہ۔ پسرور۔ گھٹیالیاں خورد شرقی۔ میانوالی سندھوان۔ سیال۔ ترسکہ۔ جیہور۔ ضلع گوجرانوالہ۔ حافظ آباد۔ کوٹ تارڑ۔ تولیکی ضلع سرگودھا:- بھلوال۔ ضلع گجرات:- چوکنانوالی۔ کیرانوالہ معین الدین پور۔ کنجاہ۔ ضلع اٹک۔ اٹک شہر۔ ضلع ملتان ۹۱/۱۰R۔ چک ۵/۷ درکھانے۔ ضلع وہاڑی۔ چک ۱۶۳ اشتاب گڑھ ضلع بہاولنگر ۱۸۴/۷R۔ ضلع ساہیوال۔ بیرک۔ ضلع بدین۔ ظفر آباد۔ ضلع مظفر گڑھ ۲۲۶/T.D.A۔ ضلع نواب شاہ۔ دوڑ۔ گوٹھ شیر محمد۔ ضلع تھرپارکر۔ احمد آباد فارم ۲۷۰/A کاچیلو۔ ڈگری۔ نفیس نگر۔ نور نگر فارم۔ ضلع لاڑکانہ کھنڈو۔
ضلع سکھر۔ شکار پور۔ نیو عاقل

قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

رپورٹ تربیتی اجتماع

مجلس انصار اللہ شیخوپورہ شہر منعقدہ ۹ مارچ ۱۹۷۹ء

مکرم ناظم صاحب مجلس انصار اللہ ضلع شیخوپورہ محترم لطیف احمد صاحب سرور نے مکرم چوہدری انور حسین صاحب امیر ضلع کی معیت میں انصار اللہ کے تربیتی اجتماع کے بارے میں حضرت صاحبزادہ میاں طاہر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ سے اجلاس کو خطاب کرنے کی درخواست کی۔ چنانچہ صدر صاحب نے پروگرام کی منظوری فرماتے ہوئے ۹ مارچ ۱۹۷۹ء کا دن مقرر فرمایا۔

اس سلسلہ میں ۴ مارچ کو مجلس عاملہ شہر کا اجلاس ملک لطیف احمد صاحب سرور کی زیر صدارت ہوا۔ جس میں ضلع کی مجالس کو اطلاعات بہم پہنچانے مہمان نوازی کے اخراجات اور دیگر انتظامات کا جائزہ لیا گیا۔ مجالس کو خطوط کے ذریعہ مکرم ناظم صاحب ضلع نے اطلاعات بھجوائیں۔ اور چند مجالس کا خود بھی دورہ کیا۔

بارشوں اور نامساعد حالات کے باوجود ۹ مارچ کو حاضری ۶۰۰ سے زائد تھی۔ جن میں ایک سو مستورات بھی شامل تھیں۔ بیرون از شیخوپورہ شہر تین صد احباب تشریف لائے تھے۔ ان میں سے اکثریت انصار کی تھی۔ ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک ۲½ صد سے زائد مہمانوں کو محترم شیخ کرامت اللہ صاحب کے کارخانہ میں کھانا کھلایا گیا۔ ایک غیر از جماعت دوست نے اس بابرکت اجتماع کے لئے کراکری کا سامان مفت مہیا کیا۔ بقیہ اخراجات کلیۃً انصار نے برداشت کئے۔

صدر محترم نے دو بجے سے ۳ بجے تک نماز جمعہ کا روح پرور خطبہ دیا۔ اور نہایت ہی لطیف پیرایہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر بیان کی۔ اور اس کی روشنی میں نومبایعین کی تربیت کے سلسلہ میں ہم پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور رحم کے نتیجہ میں شیخوپورہ میں بکثرت نئے احمدی ہو رہے ہیں۔ یہ نئے احمدی درحقیقت احمدیت کا پھل ہیں۔ اس پھل کے کچھ تقاضے ہیں۔ ہمیں اس کھیتی کی حفاظت کرنی چاہیئے ہمارا فرض ہے کہ نئے آنے والوں کو اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق قائم کرنے کی تلقین کریں۔ اور انہیں بتائیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کے فیوض اور برکات حاصل کرنے کا ذریعہ یہی ہے کہ خالص اور پاک دل کے

ساتھ اس کی عبادت کی جائے۔ اور ذاتی اور قلبی تعلق پیدا کیا جائے۔

پس چاہیئے کہ ہم کامل خلوص اور راستی کے ساتھ حق عبادت ادا کریں۔ اور وہ انعامات حاصل کریں جن کا سورۂ فاتحہ میں ذکر موجود ہے۔ یہ فوائد اس طرح حاصل ہو سکتے ہیں کہ ہم خدا کی عبادت کریں۔ عبادت کے نتیجہ میں ہی اللہ تعالیٰ انعام دیتا ہے۔ جب تک نئے احمدی سورۂ فاتحہ میں مذکور انعامات کا مزہ نہیں چکھتے وہ احمدیت کی اصلی قدر نہیں پہچان سکتے۔ عبادت کے نتیجہ میں ان کی پیشانیوں سے ظاہر ہوگا کہ وہ خدا کے بندے ہیں۔ آپ ان انعاموں کی طرف توجہ کریں کیونکہ انعاموں کی راہ ہی صراط مستقیم ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک یورپین نو مسلم احمدی کا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا۔

آپ نے توجہ دلائی کہ پیدائشی احمدیوں پر بڑی بھاری ذمہ داری کا ہے کہ نئے آنے والوں کی تربیت کے لئے نیک نمونہ دکھائیں اور ان کی تربیت کا خیال رکھیں۔ اور ان سے ہمدردی کا تعلق پیدا کریں۔ انہوں نے بہت مصیبتیں جھیلی ہیں۔ خاندان چھوڑا نوکری سے ہٹائے گئے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ ان کو بتائیں کہ جو کچھ چھوڑ کر آپ آئے ہیں۔ اس سے کروڑ گنا ان کو اللہ تعالیٰ دے گا۔

پس ہمیں چاہیئے کہ کثرت کے ساتھ اپنے رب سے تعلق قائم کریں۔ نماز با جماعت کو اہمیت دیں کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی جب تک خدا سے تعلق قائم نہ ہو۔ جن کا تعلق خدا سے ہوتا ہے۔ ان کے چہروں اور پیشانیوں سے خدا کا نور ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر سیدھے راستے پر چلو گے تو سب انعام تم کو ملیں گے۔ اس راستہ کی طرف ہدایت دینا ہی سارے انعام ہیں۔

بعد ازاں اسی مسجد میں ہی ۳½ بجے سے ۵½ بجے تک سوال و جواب کی محفل ہوئی۔ جس میں غیر از جماعت احباب نے بھی شرکت کی۔ ان دوستوں نے بعض امور دریافت فرمائے۔ اور حضرت میاں صاحب نے نہایت ہی مدلل جوابات دیئے۔ رات ۹½ بجے محترم صدر صاحب مجلس مرکزیہ واپس ربوہ تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تربیتی اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب تھا۔ اس اجتماع کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ سب انتظامات مکمل طور پر انصار نے سرانجام دیئے۔ الحمد للہ

ملک محمود احمد نائب زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ
شیخوپورہ شہر

رپورٹ پکنک مجلس انصار اللہ ماڈل ٹاؤن لاہور

منعقدہ ۱۶ مارچ ۱۹۷۹ء

سال ۱۹۷۹ء کی پہلی سہ ماہی کی پکنک کے بارہ میں یکم دسمبر ۱۹۷۸ء کو ہی فیصلہ کر دیا گیا تھا کہ باغ جناح میں وسط مارچ ۱۹۷۹ء میں ہوگی۔ چنانچہ ۱۶ مارچ کو موسم بہار کی نسبت سے پکنک باغ جناح میں منائی گئی۔ جس میں حاضری ۴۲ افراد کی تھی۔ جن میں دو غیر از جماعت احباب بھی شامل ہوئے اور خدا کے فضل سے نہایت عمدہ اثر لے کر گئے۔ اور ان میں سے ایک شخص انشاء اللہ حضور کی ملاقات کے لئے ربوہ بھی جانے کے لئے تیار ہیں۔ پکنک کا چندہ ۵ روپے فی کس تھا۔ لیکن خدام، اطفال اور استثنائی طور پر انصار بھی ۳ روپے فی کس دے کر شامل ہو سکتے تھے۔

کچھ دوستوں کو چائے کا انتظام کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ چنانچہ وہ گھر سے چائے لے کر آئے تھے۔ جو کہ دو گھنٹے کی نشست کے بعد سب دوستوں میں تقسیم کی گئی۔ نیز سب احباب کی اسی وقفہ میں کیلوں سے تواضع کی گئی۔ کھانے میں گوشت قورمہ کی پکائی چپاتی اور زردہ کا انتظام تھا۔ جو کہ نہایت عمدہ پکا ہوا تھا اور دوستوں نے خوب رغبت سے کھا کر اس کی داد دی۔

پکنک کی کارروائی دس بجے شروع ہوئی۔ چونکہ جمعہ کا روز تھا۔ اس لئے نماز جمعہ کا انتظام بھی باغ میں ہی کیا گیا تھا۔ اور پھر دوستوں کو اجازت تھی کہ اگر وہ جانا چاہیں تو انہیں جانے کی اجازت ہے۔ لیکن صرف ۳ احباب نے اس اجازت سے فائدہ اٹھایا۔ ورنہ پکنک اتنی دلچسپ رہی کہ ۴ بجے اختتام پذیر ہوئی۔

قرآن کریم کی تلاوت مکرم مرزا ناصر علی صاحب نے فرمائی۔ اور اس کے بعد مکرم خالد ہدایت بھٹی صاحب نے ایک نعت بڑی خوش الحانی سے سنا کر دوستوں کو محظوظ کیا۔ اس کے بعد مختصر سی افتتاحی تقریر اور پکنک کے متعلق کچھ ہدایات دیں۔ اور سارے احباب کو دو ٹولیوں میں بانٹ کر مختلف راستوں سے گلستان فاطمہ تک باغ کی تمام سیر کے لئے روانہ کیا گیا۔ ان دنوں رنگا رنگ اور قسما قسم کے پھول بہت کثرت سے کھلے ہوئے تھے۔ اور روشیں بھی نہایت اچھے طریقے سے تراشی ہوئی تھیں دوران سیر ہر موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ اور مختلف پھولوں اور درختوں کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہے اور ماحول کی خوبصورتی سے بھرپور استفادہ کیا۔

دوستوں کے بیٹھنے کے لئے دریوں کا انتظام تھا اور چند معذوروں کے لئے کرسیاں بھی تھیں۔ جب یہ

نشست شروع ہوئی تو باہم تعارفی پروگرام کا آغاز کیا گیا۔ جو کہ اندازے سے کہیں زیادہ دلچسپ اور معلوماتی ثابت ہوا۔ کیونکہ اس میں نہایت ایمان افروز اور معلوماتی باتیں سامنے آئیں۔ مثال کے طور پر شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری نے بتایا کہ ان کے والد شورام جو ہندو تھے کیسے احمدی ہوئے۔ اور پھر انہیں خدمتِ دین کی کیسے توفیق ملی۔ سردار عبدالحمید صاحب نے بتایا کہ ان کے دادا سکھ تھے۔ جن کے دو بیٹوں نے احمدیت قبول کی۔ ایک کی اولاد میں سے وہ خود ہیں۔ اور دوسرے کی اولاد میں مکرم عطاء الرحمن صاحب غنی ہیں۔ جو خود بھی ہماری اس پکنک میں شامل تھے۔ سب دوستوں نے اپنے اپنے حالات سنائے اور تعارف کرایا۔ بعض وقت دل جذبات سے بھر بھر آتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا پر دل مائل ہوتا تھا۔

ایک بچی طاہرہ بنت مکرم خلیل احمد صاحب اختر اور ایک طفل عبدالقدوس اختر نے بھی چھوٹی چھوٹی تقریریں کرکے حاضرین کو محظوظ کیا۔ اس کے بعد معلوماتی پروگرام تاریخ اسلام اور تاریخ احمدیت کے بارہ میں سوالات اور ان کے جوابات سے شروع کیا گیا۔ جو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا۔ پونے دو بجے نماز کی تیاری کے لئے ۱۵ منٹ کا وقفہ دیا گیا۔ بعدہ نماز جمعہ ادا کی گئی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ خطبہ دوستوں کو چوہدری ولی محمد صاحب ونیس نے پڑھ کر سنایا۔ جمعہ کی نماز کے بعد جسمانی صحت کے متعلق دوستوں کو بہت ساری مفید باتیں بتائی گئیں۔ بعدہ مکرم سعید احمد صاحب اعجاز اور خالد ہدایت صاحب بھٹی نے تقریباً پون گھنٹے تک اپنا کلام سنایا۔ جسے حاضرین نے بہت پسند کیا بعدہ شیخ عبدالقادر صاحب لائلپوری محقق سے درخواست کی گئی کہ وہ حاضرین کی معلومات میں اضافہ کے لئے بعض موضوعات پر روشنی ڈالیں۔ چنانچہ دوستوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حضرت مریم۔ کفن مسیح۔ لندن کانفرنس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق امریکہ والوں کی زیر تکمیل فلم کے بارے میں بہت ساری معلومات حاصل کیں۔ بعدہ دوستوں سے موجودہ آئندہ ہونے والی پکنکوں کے بارے میں رائے معلوم کی جب ایک دوست نے پکنک کے پروگرام کو ۳ گھنٹے تک محدود رکھنے کے لئے رائے دی۔ تو باقی سب دوستوں نے اسے کم از کم ۵ گھنٹے تک وقت دینے کے لئے اصرار کیا۔ دعا کے بعد پکنک کی کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔

تصحیح

گزشتہ شمارہ میں "چودھویں صدی کے اختتام" کے عنوان کے تحت غلطی سے یہ لکھا گیا ہے کہ چودھویں صدی کے ختم ہونے میں صرف ساڑھے آٹھ ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ چودھویں صدی کے ختم ہونے میں ابھی ایک سال اور آٹھ ماہ رہتے ہیں

"ادارہ"

پرچہ ذہانت نمبر ۲ مجالس انصار اللہ

۱۔ مکمل کریں:۔ اللہ واحد و یگانہ ہمارا رب حضرت خاتم الانبیاءؐ ہمارے رسول
قرآن عظیم ہماری کتاب اور ....

۲۔ شعر مکمل کریں:۔ کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا
....
جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
....

۳۔ کتاب پہچانئے اشاعت ۲۵ مئی ۱۸۹۷ء صفحات ۳۲ ۔ ڈائمنڈ جوبلی

۴۔ کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔
حدیث دار قطنی جلد اوّل ۔ ۱۸۹۴ء

۵۔ شخصیت بتائیے۔ مشہور قصیدہ ا ۔ ح ۔ م ۔ د ۔ وفات ۵۶۰ھ

۶۔ زید اور اس کی بیوی کی عمریں بتائیے جبکہ ان دونوں کی عمروں کے فرق کو ۱۱ سے ضرب دی جائے تو وہ ان دونوں کی عمروں کا مجموعہ بن جاتا ہے۔

۷۔ ایک ۲۰ فٹ لمبا رسہ ایک طرف خالد کے مکان اور دوسری طرف مظفر کے مکان سے بندھا ہوا ہے رسہ ۵ فٹ نیچے لٹک رہا ہے۔ دونوں مکانوں کا آپس میں کتنا فاصلہ ہے۔

۸۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اعلان فرمایا کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو حقیقی جنت حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ انتظام فرمایا ہے کہ وہ اپنی خوشی سے اپنے مال کے کم از کم دسویں حصہ کی اور .... (نظام نو)

۹۔ مجلس انصار اللہ کا قیام کب عمل میں آیا۔

۱۰۔ چاہیئے کہ بیویوں سے خاوندوں کا ایسا تعلق ہو۔ جیسے دو سچے اور حقیقی .... (ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۱۸)

(نوٹ) تمام انصار ۔ خدام ۔ اطفال کو اس مقابلہ میں حصہ لینے کی اجازت ہے۔ مسلسل ۶ ماہ تک صحیح جواب دینے والوں کو انعام دیئے جانے کی تجویز ہے۔ صحیح جواب دینے والوں کے نام ماہنامہ انصار اللہ میں شائع ہوا کریں گے۔

پرچہ نمبر ۱ کا صحیح جواب صرف ایک ملا ہے اور وہ ہیں جناب مکرم شیخ غلام جیلانی صاحب زعیم انصار اللہ ننکانہ صاحب

قبولیت دعا کی شرائط

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

''یہ بات بھی بحضور دل سن لینی چاہئے کہ قبول دعا کیلئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں ۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق دعا کرانے والے کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مد نظر رکھے ۔ اور اس کے غناء ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے ۔ اور صلحکاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنا لے ۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کیلئے باب استجابت کھولا جاتا ہے ۔ اور اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اس کی شرارتیں اور غلط کاریاں دعا کی راہ میں ایک سد اور چٹان ہو جاتی ہیں اور استجابت کا دروازہ اس کیلئے بند ہو جاتا ہے پس ہمارے دوستوں کیلئے لازم ہے کہ وہ ہماری دعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور ان کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو ان کی ناشائستہ حرکات سے پیدا ہو سکتی ہیں ۔

ان کو چاہئیے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے ۔ جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں ۔ اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے ۔ تقویٰ کے مدراج اور مراتب بہت ہیں ۔ لیکن اگر طالب صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلب صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدراج کو پا لیتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما یتقبل اللہ من المتقین ۔ گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے ۔ یہ گویا اس کا وعدہ ہے ۔ اور اس کے وعدوں میں تخلف نہیں ہوتا ۔ جیسا کہ فرمایا ہے ۔ ان اللہ لا یخلف المیعـاد ۔ پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیت دعا کیلئے ایک غیر منفک شرط ہے ۔ تو ایک انسان غافل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیت دعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے ۔ لہذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ۔ ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے ۔ تا کہ قبولیت دعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے ''

(تقریر جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ ۱۸۹۷ء)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا